# سورہ بینہ کی ساتویں آیت کی روشنی میں کامیاب جماعت کا تعارف

حافظ اکرم رضا (پاکستان)[۱] - محمد علی رضایی اصفہانی (ایران)[۲]

**اشاریہ:**

خیر اور شر دو ایسے جریان اور تفکر ہیں جو ہمیشہ ایک دوسرے کے خلاف تھے اور ہیں۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ، حق کے حامی خیر البریہ کے نام سے جانے جاتے ہیں، اور باطل اور شیطانیت کے حامی شر البریہ کے نام سے جانے جاتے ہیں۔ سورہ بینہ کی ساتویں آیۃ میں ان دو جریان اور تفکر (خیر البریہ، شر البریہ) کے بارے میں بیان ہوا ہے ۔ اس مقالہ میں تلاش کی گئ ہے ایسے منابع اور اسناد جو فریقین (شیعہ سنی) کی نظر میں بھی قابل قبول ہو اور اس طرح متلاشی حق خیر البریہ اور شر البریہ کے واقعی مصداق اور ان دو تاریخی تفکر تک پہنچ سکے۔ فریقین کی متعدد روایات نے امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام اور ان کے شیعوں کو مصداق خیر البریہ کے طور پر پیش کیا ہے۔ ان روایات کو پینتیس (۳۵) سے زیادہ راویوں نے روایت کیا ہے۔ یہ روایات کثرت طرق (کہ بعض نے چالیس سے زیادہ طریقوں سے نقل کیا ہے) کی وجہ سے بہت ہی اعلی اور غیر معمولی اعتبار کے حامل ہیں۔ سبب و شان نزول کی روایتوں کا بغور جائزہ لے کر، یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ آیت وقت کے ساتھ ساتھ شیعیان علی علیہ السلام کے خطوط فکری کو پہچاننے کے لئے ایک واضح اور دیر پا سند ہے، اور شیعوں کی حقیقی صورت اور اصلیت کی معرفی کر رہی ہے ۔ اس تحریر میں اس اہم سوال «شیعہ کب سے وجود میں آئے» کا تسلی بخش اور فریقین کی کتابوں سے علمی اور منطقی

---

۱. (پی ایچ ڈی طالب علم المصطفیٰ انٹر نیشنل یونیورسٹی قم) @gmail.com۵۱۲۱۴۷۲akramraza

۱. یہ مقالہ اسلامک اسکالرحجۃ الاسلام ڈاکٹر محمد یعقوب بشوی صاحب کا ہے اصل مقالہ فارسی زبان میں تھا اس کی اہمیت کو سامنے رکھتے ہوئے اردو زبان قارئین کی خدمت میں اس کا اردو میں ترجمہ پیش کیا ہے.

۲. استاد، جامعہ المصطفیٰ العالمیہ.

جواب دیا ہے اس امید کے ساتھ کہ بہت سے متلاشیان حق کے لئےاس کا مطالعہ سبب بن جائے گا کہ وہ لوگ بغیر تعصب، جہالت اور تہمت ایک نتیجہ تک پہنچیں اور اس طرح ان کے لئے معنوی اور ملکوتی دروازے کھل جائیں گے۔

**کلیدی الفاظ:** قرآن مجید سورہ بینہ، خیر البریہ، شر البریہ، روایات فریقین، علی کے شیعہ، کامیاب جماعت۔

**مقدمہ:**

ہر دور میں، دو گروہ، ایک دوسرے کے مقابلہ میں دیکھے جاتے ہیں، ایک حق و حقیقت کی حمایت کرتا ہے تو دوسرا باطل کی گیت گاتا نظر آتا ہے ۔ چنانچہ ان دونوں گروہوں میں فرق اور تشخیص کرنے میں کوئی مشکل نہیں ہے۔ اما اصلی مسئلہ اس وقت شروع ہوتا ہے اور صحیح اور غلط کی پہچان بہت مشکل ہو جاتی ہے جب دونوں حق پر ہونے کا ادعا کریں اور اپنے مخالف کو باطل اور گمراہ جانیں، اسطرح کی فضاء میں بہت سے لوگ اپنا راستہ گم کر دیتے ہیں ۔ کیونکہ ہر شخص حق کا دعوی کرتا نظر آتا ہے اور اپنے اپ کو مصلح، اور اپنے مخالف کو مفسد جانتا ہے۔ یہی اصلی علت موجب بنی کہ بہت سے لوگ حق کو باطل سے جدا کرنے میں ناکام رہے، یہی مشکل ہمارے زمانے میں بھی ہے کہ کیسے ممکن ہے ان سب منفی تبلیغات کے با وجود حق کو باطل کے ساتھ مشتبہ نہ کریں؟

میری نظر میں اس مسئلے کا حل خدا کے کلام یعنی قرآن مجید اور رسول اللہ ﷺ کی رہنمائی یعنی سنت کی طرف رجوع کرنا ہے تاکہ گمراہ کن تعصّبات سے بچا جاسکے۔

خداوند متعال نے سورہ مبارکہ بینہ میں دو گروہ، یعنی خیر البریہ اور شر البریہ کا تعارف کرایا ہے، اور بہت ساری فریقینی روایات کے مطابق، خیر البریہ کا مصداق حضرت امام علی علیہ السلام اور ان کے شیعہ ہیں اور اسی حقیقت پر بہت زیادہ تاکید کی گئی ہے، لہٰذا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس مسئلے کو واضح کرنے کے لئے سب سے پہلے شیعیت کی پیدایش کا بغور جائزہ لیا جائے تاکہ آسانی کے ساتھ گروہ خیر البریہ کو گروہ شر البریہ سے جدا کرسکے۔

**شیعہ لغت میں:**

لفظ شیعہ کو لغت میں اسطرح بیان کیا گیا ہے، "جو شخص کسی کی پیروی کرتا ہے اور اس کی مدد کرتا ہے اسے شیعہ کہا جاتا ہے" (جوہری، ۱۹۹۰: ۳، ۱۲۴۰) ۔

ایک اور صاحب لکھتے ہیں: "جو شخص کسی کی پیروی کرتا ہے اور اس کی مدد کرتا ہے اسے اس کا شیعہ کہا جاتا ہے، اور جو لوگ متحد ہو جاتے ہیں ایک امر پر انھیں شیعہ کہتے ہیں۔ اور پھر انہوں نے مزید لکھا: "اور یہ نام غلبہ پیدا کیا ہے جو حضرت امام علی علیہ السلام اور ان کے اہل بیت (سلام اللہ علیہم) سے محبت کرتا ہے اور یہ (نام شیعہ) ان کے لئے ایک خاص نام بن گیا ہے" (زبیدی، ۱۴۱۴: ۱۱، ۲۵۷) ۔

ایک اور دانشمند شیعہ کے بارے میں لکھتا ہے: "جو کسی کی پیروی کرتا ہے اور اس کی مدد کرتا ہے، اور اس

کی جمع "شیع" اور "اشیاع" جمع الجمع ہے۔ دراصل شیعہ لوگوں میں سے ایک گروہ ہے جو واحد، تثنیہ، جمع، مذکر اور مؤنث، لفظ واحد اور معنی واحد کے ساتھ استعمال ہوتا ہے اور یہ نام استعمال میں غلبہ پیدا کیا ہے جو حضرت امام علی علیہ السلام اور انکے خانوادہ سے محبت کرتا ہے کیونکہ یہ نام شیعوں کا مخصوص نام بن گیا ہے، لہٰذا جب بھی یہ کہا جاتا ہے کہ کوئی شیعہ ہے، تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ ان میں سے ایک ہے۔ اور اگر وہ کہتے ہیں: شیعہ مذہب میں بھی ایسا ہی ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ شیعوں کی نظر میں یا شیعوں کے اعتقاد میں ایسا ہی ہے " (ابن منظور، ۱۴۰۸: ۲۵۸)۔

ماہرین لغت کے مطابق، یہ ثابت ہوا ہے کہ شیعہ ایک گروہ ہے جو کسی فرد کی پیروی کرتا ہے، پھر یہ نام مختص ہو گیا ہے اس گروہ سے جو حضرت امام علی علیہ السلام اور ان کے اہل بیت کی اطاعت کرتا ہے، اور جو ان سے محبت کرتا ہے۔

شیعہ، مفسرین اور فریقین دانشوروں کی نظر میں:

یہاں شیعوں کی پیدائش کے بارے میں، دونوں فرقوں کے مشہور مفسرین اور دانشور حضرات کے نظریات کو نقل اور شیعہ کے اصطلاحی معنی کی جانچ پڑتال کی گئی ہے۔

۱. شیعہ:

شیعہ مفسرین اور علمائے کرام کے درمیان، شیعہ مذہب کی ابتداء کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے، سب نبی اکرم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور کو شیعیت کی ابتداء سمجھتے ہیں۔ اس سلسلے میں کچھ شیعہ مفسرین اور علمائے کرام نے اسطرح لکھا ہے:

مفید (متوفی ۴۱۳ق):

آپ شیخ مفید (علیہ الرحمہ) کے نام سے جانے جاتے ہیں اور مکتب اہل بیت (علیہم تاسلام) کے بزرگوں میں سے شمار ہوتے ہیں، اور بہت زیادہ اس مکتب کی خدمت کی ہے۔ شیعہ کے بارے میں لکھتے ہیں: " کلمہ شیعہ کبھی الف ولام تعریف کے ساتھ (الشیعہ) اور کبھی الف ولام کے بغیر استعمال ہوتا ہے جب الف ولام کے بغیر استعمال ہو تو وسیع معنی اپنے اندر لیئے ہوے ہوتا ہے، مثال کے طور پر، یہ کہا جاتا ہے کہ اموی شیعہ یا شیعہ بنی عباس، اور، جب الف والام کے ساتھ استعمال کیا جاتا ہے (الشیعہ) تو شیعہ کا ایک خاص معنی مراد ہوتا ہے، مقصود یہ ہوتا ہے کہ جو لوگ امیر المؤنین ولی امر المسلمین کے عنوان سے

پیروی کرتے ہیں اور اسکی امامت بلا فصل کو پیامبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بعد جانتے ہیں۔ (مفید ۱۴۱۳: ۳۵) ۔

طبرسی (متوفی ۵۴۸):

معروف مفسر قرآن شیخ طبرسی (علیہ الرحمہ) شیعوں کے بارے میں لکھتے ہیں: "ہر فرقہ ایک شیعہ ہے، اس لحاظ سے کہ ہر فرقہ، ایک دوسرے کی مشایعت اور اطاعت کرتے ہیں۔ یہ جو کہا جاتا ہے: "شیعہ علی، اسلیے کہ افراد شیعہ، علی علیہ السلام کے پیروکار ہیں اور انہوں نے اس کی امامت کو قبول کیا ہے۔ ام سلمہ علیہا السلام نے، پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حدیث نقل کرتے ہوے کہا ہے کہ: "شیعتہ ھم الفائزون یوم القیامۃ" قیامت کے دن ان کے شیعہ کامیاب ہونگے" (طبرسی، ۱۳۷۲ش: ۶، ۵۰۶) ۔

شیعوں کے بارے میں مفید کا قول یہ ہے کہ اگر یہ لفظ "ال" کے بغیر ہے تو عموم احزاب پر دلالت کرتا ہے، لیکن اگر یہ "ال" کے ساتھ ہو تو اس سے مراد حضرت علی علیہ السلام کے پیروکار ہیں۔ اس کے نزدیک شیعہ وہ ہے جو امیر المومنین علیہ السلام کی خلافت اور امامت بلا فصل پر اعتقاد رکھتا ہے لیکن اس زمانہ میں مطلّقا ائمہ اثنی عشر علیہم السلام کے پیروکاروں کو سمجھا جاتا ہے۔

محمد حسین مظفر (متوفی: ۱۳۸۱):

جن کا تعلق شیعہ مفکرین اور متکلمین میں سے ہوتے ہیں، شیعوں کی تعریف کے بارے میں لکھتے ہیں: "شیعوں کا لغوی معنی پیروکار اور انصار کے ہیں، اور اسی لفظی ساخت کے ساتھ وہ واحد لفظ ہے جو مفرد، تثنیہ، جمع، مذکر، اور مونث بغیر اسکے کہ اس کی شکل کو تبدیل کیا جائے اطلاق ہوتا ہے، اور اصل کے لحاظ سے "مشایعت" جو مطاوعہ اور پیروی کرنے کے معنی میں آتا ہے۔ یہ لفظ خاص طور پر اس شخص یا افراد کے لئے استعمال ہوتا ہے جو حضرت علی علیہ السلام اور ان کی اولاد علیہم السلام سے محبت کرتے ہیں اور انکی امامت کو قبول کرتے ہیں۔ اگر کلمہ شیعہ اضافی شرائط کے بغیر استعمال ہو اور اگر کوئی قرینہ بھی موجود نہ ہو تو، لوگوں کے ذہن منصرف ہوتا ہے جو مذکورہ ائمہ کی امامت کو مانتے ہیں (مظفر، ۱۹۸۹ش: ۳۳) ۔

میری نظر میں، جو شخص بارہ اماموں کی امامت کو قبول نہیں کرتا، وہ امامت کو الہی منصب نہیں سمجھتا ہے، اور اسی طرح چہاردہ معصومین علیہم السلام کی عصمت پر بھی یقین نہ رکھے تو شیعہ کی اصطلاح اس پر اطلاق نہیں ہوتی ہے، البتہ اسے لغت کے اعتبار سے شیعہ کہا جایگا۔ شیعہ وہ ہے جو بارہ اماموں کی امامت پر یقین رکھتا ہو جو قرآن وسنت پر مبنی محکم ادلہ پر قائم ہے، اور جیسا کہ یہ ان کے اعتقاد سے منسوب ہے، عملی طور پر بھی ان

کے دستورات کے پیرو اور مطیع ہیں۔

۲. اہل سنت:

مکتب اہل بیت کے مفسرین اور علمائے کرام کے برخلاف، برادران اہل سنت کے مفسرین اور دانشورں نے اس مسلہ کو دو طریقوں سے بیان کیا ہے، ان میں سے کچھ نے صرف اس مسئلے کے لغوی معنی کو بیان کیا ہے اور بعض نے اس کے لغوی اور اصطلاحی معنی دونوں کو بیان کیا ہے۔

شہرستانی (متوفی ۵۴۷):

شہرستانی، یہ عظیم سنی عالم لکھتا ہے: "شیعہ وہ لوگ ہیں جو خاص طور پر حضرت علی کی پیروی کرتے ہیں اور ان کی امامت اور خلافت پر نص کے اعتبار سے یقین رکھتے ہیں" (شہرستانی، ۱۴۲۲: ۱۱۸)۔

فخر رازی (متوفای ۶۰۴):

تفسیری دنیا میں فخر الدین رازی کا ایک نام ہے آپ لکھتے ہیں "ہر ایک قوم جو کسی مقصد کے لئے جمع ہوتی ہے انہیں شیعہ کہا جاتا ہے، اور اس کی جمع "شیع اور اشیاع" ہے، جیسا کہ خداوند نے ارشاد فرمایا: "کما فعل باشیاعھم من قبل" (سبا: ) ۵۴) گویا وہ پہلے سے شیعہ تھے "شیعہ دراصل کلمہ "الشیع "سے لیا گیا ہے جو اتباع کے معنی میں ہے اور شیعہ کا معنی ہے ایک دوسرے کی پیروی و اتباع کرنا۔ (رازی، ۱۴۲۰ق: ۱۳، ۲۰)

ابن خلدون (متوفی ۸۰۸):

ابن خلدون شیعہ کے بارے میں لکھتے ہیں: "شیعہ کا لغوی معنی اصحاب اور پیروکار ہے، فقہا اور متکلمین کی اصطلاح میں: علی کے پیروکار اور انکے فرزندان (رضی اللہ عنہم) پر اطلاق ہوتا ہے۔ (ابن خلدون، ۱۱۴۲: ۱، ۲۴۶)۔

سخاوی (متوفی: ۹۰۲):

یہ بھی سنی مفکرین میں سے ہیں جو شیعوں کے بارے میں کہتے ہیں: "شیعہ لوگوں کا ایک گروہ ہے اور کلمہ شیعہ نے جو بھی علی علیہ السلام اور اس کے اہلبیت (رضوان اللہ علیھم) سے محبت کرتا ہے غلبہ پیدا کیا ہے اور انہیں اس نام کے ساتھ مخصوص کیا گیا ہے۔ (سخاوی، ۱۴۲۱: ۹۷)۔

ابن عاشور (معاصر):

ابن عاشورا کہتے ہیں: "شیعہ کی جمع شیع ہے اور شیعہ ایک ایسا گروہ ہے جو غیر کی پیروی، اطاعت ونصرت کرتے ہیں، جس طرح خدا کا فرمان ہے: "ھذا مِنْ شِیعَتِہِ وَھذا مِنْ عَدُوِّہ" (قصص: ۱۵) ۔اور اسی طرح "مِنَ الَّذِینَ فَرَّقُوا دِینَھُمْ وَکَانُوا شِیَعًا کُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَیْھِمْ فَرِحُونَ "ا (روم: ۳۲)، (ابن عاشور، بی تا: ۲۰، ۱۰) ۔

زحیلی (ہم عصر):

ان کا ماننا ہے کہ: "شیع جمع شیعہ ہے اور شیعہ ایک فرقہ، یا ایک ایسی جماعت ہے جو عقیدہ، مذہب یا نظریہ میں، ایک رای پر قائم ہو۔ (زحیلی، ۱۴۱۸ھ: ۱۴، ۱۴) ۔

شیعہ کی تاریخ:

بعض قرآنی آیات کی شان نزول اور سبب نزول میں جو روایات ہیں جن کے مطالعہ سے شیعیت کی حقیقت کو سمجھنے میں بہت مدد ملتی ہے. شیعہ کی تاریخ کو سمجھنے میں کلیدی کردار انہی قرآنی تعبیرات اور اسباب النزول کی روایات کی ہے جو بنیادی کردار ادا کرتی ہیں۔

عصر رسالت:

شیعہ سنی تفسیری، حدیثی اور تاریخی کتابوں سے یہ نظریہ ثابت ہوتا ہے کہ شیعیان، رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں تھے اور اسی طرح یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جس نے سب سے پہلے لفظ شیعہ کو زبان پر جاری کیا وہ خود شخص رسول اللہ ﷺ تھے. اس بات کی تائید میں اہل سنت مفسرین، محدثین اور مؤرخین نے متعدد روایات نقل کی ہیں، جیسے: ابن جریر طبری، ابن عساکر، حبری، ابن عطیہ اندلس، حاکم حسکانی (۲۴ سے زیادہ مختلف طریقوں سے)، بلاذری، گنجی شافعی، سبط ابن جوزی، ابن عدی، جلال الدین سیوطی، صدیق حسن خان قنوجی، ابن حجر ہیتمی، خوارزمی، شوکانی، امر تسری، آلوسی، زرندی حنفی، ابن صباغ مالکی، شبلنجی، عمر موصلی شافعی، ابراہیم جوینی، کشفی، قندوزی حنفی وغیرہ. بعض روایتوں میں آیا ہے کہ سورہ بینہ کی آیۃ سات میں "خیر البریہ" کی تفسیر میں متعدد بار پیغمبر اسلام ﷺ نے علی علیہ السلام اور ان کے شیعوں کو ''خیر البریہ"کا مصداق قرار دیا ہے۔ کچھ دوسری روایتوں میں اس طرح آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مختلف مقامات اور جگہوں پر حضرت علی علیہ السلام اور ان کے شیعہ کو خیر البریہ کا مصداق قرار دیا ہے اور اس بارے میں متعدد روایات اور نصوص وارد ہوئی ہے۔ یہ روایات شیعیت کی تاریخ سے آشنا ہونے کے لئے کافی ہے

لفظ شیعہ حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام کے پیروکاروں پر پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں خود پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ اطلاق ہوا ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہی زبان وحی سے اس نام کا اعلان فرمایا ہے۔

صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم) اسی خیر البریہ کے نام سے حضرت علی علیہ السلام کو پکارتے اور جانتے تھے۔کچھ مسلم مفکرین نے اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے اور تصریح کی ہے کہ ان میں سے کچھ کے نظریات مختصر طور پر نقل کیا جاتا ہے۔

ابو حاتم رازی (م ۳۲۲ ہجری):

ابو حاتم رازی جو اسماعیلی فرقے سے ہیں اپنی کتاب میں " ذکر القاب الفرق فی الاسلام " عنوان کے ذیل میں کہتے ہیں: القابات قدیمی جو رسول خدا کے زمانے میں تھے... ان میں پہلا لفظ شیعہ ہے۔" اس کے بعد وہ فوراً شیعہ کے معنی کے بارے میں کہتے ہیں: "یہ کہا گیا ہے: شیعہ ایک ایسے قوم کا لقب ہے جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں علی ابن ابی طالب کو ملا تھا، وہ اسی خصوصیت کے ساتھ مشہور ہیں، جیسے: سلمان فارسی، ابوذر غفاری، مقداد اور عمار وغیرہ، انہیں علی کا شیعہ اور صحابہ علی کہتے ہیں اور رسول خدا انہی کے بارے میں فرمایا تھا کہ جنت چار لوگوں کی مشتاق ہے ۔ (رازی، ۱۳۸۲ش: ۱۹۹).

محمد کرد علی (ہم عصر):

جو معاصر اہل سنت دانشوروں میں سے ہیں. محمد کرد علی اس بارے میں کہتے ہیں: «عرف جماعۃ من کبار الصحابہ موالاۃ علی فی عصر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ مثل سلمان الفارسی القائل: بایعنا رسول اللہ علی النصح للمسلمین و الائتمام بعلی بن ابی طالب والموالاۃ لہ. ومثل اِبی سعید الخذری الذی یقول: اِمر الناس بخمس فعملوا باَربع وترکوا واحدۃ. ولما سئل عن الاربع قال: الصلاۃ والزکاۃ وصوم شہر رمضان والحج وقیل: ماالواحدۃ التی ترکوہا؟

قال: ولایۃ علی بن ابی طالب. قیل لہ: و انہا لمفروضۃ معہن؟ قال: نعم ہی مفروضۃ معہنّ. و مثل ابی ذر الغفاری و عمار یاسر و حذیفۃ بن الیمان و ذی الشہادتین خزیمۃ بن ثابت و ابی ایوب الانصاری و خالد بن سعید بن العاص و قیس بن سعد و کثیر اِمثالہم»؛ بزرگ صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کا ایک گروہ، رسول خدا کے زمانے میں، علی سے وفاداری اور دوستی کے لئے جانا جاتا تھا، جیسے سلمان فارسی، جس نے کہا: ہم نے رسول اللہ کی بیعت، مسلمانوں کو نصیحت اور علی ابن ابی طالب سے تمسک و وفاداری کرنے کے لیے کی۔ اور ابو سعید خدری کی طرح جو کہا کرتے تھے: لوگوں کو پانچ کام

کرنے کا حکم دیا گیا تھا اور انہوں نے چار چیزیں کیں اور ایک چھوڑ دیا، جب ان سے چار چیزوں کے بارے میں پوچھا گیا تو اس نے کہا:

نماز، زکات، ، ماہ رمضان میں روزے رکھنا اور حج کرنا۔ کہا گیا آپ نے کون سا عمل چھوڑ دیا؟ انہوں نے جواب میں کہا: ولایت علی ابن ابی طالب کی ولایت، اسے پوچھا گیا: کیا علی کی ولایت بھی ان تمام واجبات کے ساتھ واجب ہوئی تھی؟ اس نے جواب دیا: ہاں، یہ بھی ان کے ساتھ واجب ہوئی تھی۔ اور جیسے ابوذر غفاری اور عمار بن یاسر، حذیفہ بن یمان اور ذو الشہادتین خزیمہ ابن ثابت، ابو ایوب انصاری، خالد ابن سعید ابن عاص اور قیس سے سعد اور ان جیسے بہت سے دوسرے صحابہ (کرد علی، ۶، ۲۴۵) ۔

طباطبائی (ہم عصر):

نابغہ شیعہ اور مفسر صاحب نام علامہ طباطبائی (علیہ الرحمہ) بیان کرتا ہے: "شیعیت کی پیدایش کا آغاز پیغمبر اکرم ﷺ کی حیات مبارکہ میں ہی جاننا چاہئے جو پہلے شیعہ علی کے نام سے جانے جاتے تھے اور معروف تھے (طباطبائی، ۱۳۸۰: ۳۱) ۔

تمام شیعہ علماء، نبی اکرم ﷺ کی زندگی میں ہی اس مذہب کے موجود ہونے پر متفق ہیں ۔

شیعوں کی پیدایش کے بارے میں بعض دوسرے نظریات کا تنقیدی جائزہ

شیعہ کے وجود کے بارے میں بعض دوسرے آراء اور نظریات موجود ہیں، جو مندرجہ ذیل ہیں:

شیعہ کا وجود، سقیفہ میں:

مصری لکھتے ہیں: سب سے پہلے شیعوں کا گروہ جو رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد وجود میں آیا، اہل بیت کو پیغمبر کی خلافت کا سب سے زیادہ مستحق افراد سمجھتے تھے (مصری، ۲۶ ۶) ۔

تنقیدی جائزہ:

جیسا کہ دونوں فرقوں کی روایتوں سے یہ حقیقت سامنے آئی ہے کہ امام علی علیہ السلام کے پیروکاروں کا نام لینے والے پہلے شخص خود نبی اکرم ﷺ ہیں، اور کچھ سنی علماء کا بھی یہی نظریہ ہے جیسا کہ یہ مسئلہ بیان ہو چکا۔ سقیفہ شیعوں کے لئے ایک بہت بڑا امتحان تھا، کیوں کہ ذوالعشرہ کی دعوت (حنبلی، ۱۴۱۹: ۱۵، صفحہ ۹۳) سے غدیر تک (راشید رضا، ۱۹۹۹: ۶، ۳۸۳) ۔ پیغمبر اسلام ﷺ نے مسلسل حضرت علی علیہ السلام کی خلافت، وزارت، وصایت اور امارت کا اعلان کیا اور لوگوں کو علی علیہ السلام کی اطاعت کا حکم دیا. لہذا سقیفہ میں بہت سارے

صحابہ، خلافت علی علیہ السلام پر صریح نص موجود ہونے کی وجہ سے، خلیفہ اول کی طرف نہیں گئے۔ جیسا کہ زبیر ابن بکار کہتے ہیں: عام ہجرت کرنے والے اور تمام انصار نے اس میں کوئی شک نہیں کیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد علی ہی خلیفہ اور صاحب امر تھے (زبیر بن بکار، الاخبار الموفقعیات، ۱۴۱۶: ۵۸۰)۔

سقیفہ میں، علی علیہ السلام کے پیروکاروں اور دوسروں کے مابین پھوٹ پڑ گئی اور دونوں گروہوں نے عملی طور پر ایک دوسرے کا سامنا کیا، لہٰذا سقیفہ وہ دن نہیں ہے جب شیعہ وجود میں آگئے ہوں، بلکہ سقیفہ وہ دن ہے جب تشیع سیاسی نے عملی طور پر میدان سیاست میں اپنے آپ کو ظاہر کر دکھایا ہے۔

معروف اہل سنت عالم جناب ابن ابی الحدید کہتے ہیں: «ابوذر بیعت کے وقت غائب تھے، جب وہ مدینہ میں داخل ہوئے اور اس طرح کی صورتحال کو دیکھا تو کہا: آپ کسی چیز سے مطمئن ہوگئے اور قرابت پیامبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑ دیا۔ اگر تم نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت میں معاملہ (خلافت) رکھ دیا ہوتا تو دو افراد بھی تم سے اختلاف نہ کرتے» (ابن ابی الحدید، ۱۴۰۴: ۶، ۱)۔

شیعہ کا وجود، عثمان کے دور میں ابن سباء کے ہاتھوں:

ایک اور سنی عالم، ابو زہرہ کا کہنا ہے: عظیم طاغوت، عبد اللہ ابن سباء تھا، جس نے لوگوں کو حضرت علی کی ولایت اور وصایت اور رجعت پیغمبر اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف دعوت دی اور ان ہی بغاوتوں کے سائے میں ہی شیعہ (مذہب) نے جنم لیا" (معروف الحسنی، ۱۳۷۵: ۲۸)۔ اسی طرح کچھ دوسرے سنی علماء جیسے حسن ابراہیم حسن کا بھی ایسا ہی نظریہ ہے (۱۴۲۲: ۳۲۲)۔

تنقیدی جائزہ:

ابو زہرہ اور کچھ دوسرے سنی علماء، عبد اللہ ابن سباء کو حضرت علی علیہ السلام کی ولایت اور وصایت کے ایجاد کرنے والا جانتے ہیں حالانکہ یہ نظریہ قرآن اور سنت کے خلاف ہے کیونکہ سب سے پہلے جس نے لوگوں کو حضرت علی علیہ السلام کی ولایت کی طرف دعوت دی وہ خداوند متعال کی ذات تھی جیسا کہ قرآن مجید اس بات کی گواہی دے رہا ہے: «إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ» (مائدہ/۵۵)؛ تمہارے ولی تو صرف اور صرف اللہ اور اس کے رسول اور وہ مومنین ہیں جو نماز پڑھتے ہی اور ں اور زکوۃ دیتے ہیں در حالیکہ رکوع میں ہوتے ہیں۔

یہ آیہ کریمہ حضرت علی علیہ السلام کی شان میں نازل ہوئی ہے بعض اہل سنت نے نہ فقط آیت کی شان نزول

کو حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں لکھا ہے بلکہ آیت کے سبب نزول کو حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں ہونے پر اجماع کیا ہے۔ معروف سنی مفسر اور عالم جناب ثعالبی کہتے ہیں: «ولکن اتفق مع ذلک انّ علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) اعطی خاتمہ وہو راکع» (ثعالبی، ۱۹۹۶: ۱، ۴۳۸) لیکن اس کے بارے میں آیت کے نزول کو بنابر اتفاق، حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں سمجھا ہے۔ نیشابوری نے بھی آیہ ولایت کو حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں جانا ہے (نیشاء بوری، ۱۹۹۶: ۲، ۶۰۵) ۔اس سلسلے میں ایک اور سنی عالم جناب ایجی لکھتے ہیں: «اجمع ائمۃ التفسیر انّ المراد علی وللاجماع علی غیرہ غیر مراد» (ایجی، بی تا). ابو زہرہ کے دعوے کے برخلاف، جس نے عبداللہ ابن سباء کو نظریہ ولایت کے بیان کرنے والے بانیوں میں سے شمار کیا ہے، خود خدا نے اس آیت میں علی علیہ السلام کی ولایت کا اعلان فرمایا ہے (بشوی، ۱۳۸۴: ۱۰۲) ۔

لیکن ابو زہرہ اور ان جیسے دوسرے لوگ، جو عبداللہ ابن سباء کو نظریہ وصایت علی علیہ السلام کا موسس کے طور پر بیان کیا، بے بنیاد ہے۔ کیوں کہ پہلا شخص جس نے لوگوں کو وصایت علی علیہ السلام کی دعوت دی تھی وہ کوئی اور نہیں بلکہ شخص نبی مکرم اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے اور اپنی رسالت کا اعلان کرنے کے پہلے ہی دن آپ نے حضرت علی علیہ السلام کی جانشینی کا اعلان فرمایا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے قریبی رشتہ داروں سے دعوت ذوالعشرہ کے پہلے دن، امامت کو رسالت کے پاسبان کے طور پر متعارف کرایا۔ مشہور مفسر ومؤرخ اہل سنت جناب ابن جریر طبری (متوفی ۳۱۰ ہجری) کے مطابق، جنھوں نے اپنی کتاب میں اس واقعے کو لکھا ہے، اس دعوت کا اہتمام کرنے والے حضرت علی علیہ السلام تھے، اس طرح روایت کو بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعوت ذوالعشرہ کے تیسرے دن کھانے کے بعد حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا:

«یا بَنی عَبدِ المُطّلب إنّی وَاللّہِ ما اَعلَمُ شابّاً فی العَرَب جاءَ قَومَہُ بِافضَلَ مِمّا جئتُکم بِہِ إنّی قَد جئتُکم بخَیرِ الدُّنیا والآخرۃِ وَقَد اَمَرَنی اللّہ تَعالَی اَن اَدعُوَکُم اِلَیہِ فَاَیُّکُم یُوازِرُنی عَلَی ہذا الاَمرِ عَلَی اَن یَکُونَ اَخی وَ وَصِیی وَ خَلیفَتی فیکُم؟ قال فَاَحجَمَ القَومُ فَقالَ عَلیٌّ اَنا یا نَبیَّ اللّہِ اَکُونُ وَزیرَکَ عَلَیہِ فَاَخَذَ بِرَقَبَتی ثُمَّ قالَ ہذا اَخی وَ وَصِیّی وَ خَلیفَتی فیکُم فَاسمَعُوا لَہُ وَاَطیعُوا قالَ فَقامَ القَومُ یَضحَکُونَ فَیَقُولُونَ لِاَبی طالِب قَد اَمَرَ اَن تَسمَعَ لِابنِکَ وَتُطیعَ» (طبری، بی تا: ۲، ۶۳)؛

اے عبد المطلب بیٹو، خدا کی قسم میں عرب میں کسی جوان کو نہیں جانتا، جو میرے علاوہ سب سے زیادہ بہترین چیز اپنی قوم کے لئے لایا ہو، میں تمہارے لئے دنیا و آخرت کی بھلائی لایا ہوں، اور خدا تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں اس کی طرف بلاؤں، آپ میں کون شخص ایسا ہے جو اس امر نبوت میں میری نصرت

کرے اور میرا بھائی، وصی اور خلیفہ بنے؟ کہتا ہے: کہ لوگ خاموش رہے، اور میں جو ان سب میں سب سے چھوٹا تھا، میں نے کہا: یا رسول اللہ، میں آپ کا حامی بنوں گا۔ اور اس نے پکڑا اور کہا: یہ میرا بھائی اور وصی اور خلیفہ وجانشین ہے، اس کی اطاعت کرو۔" وہ کہتے ہیں: لوگ مسکراتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے اور ابوطالب سے کہا: اس نے آپ کو اپنے بیٹے کی اطاعت کرنے کا کہا ہے.

قارئین کی توجہ اس حقیقت کی طرف مبذول کرنا چاہتا ہوں کہ مذکورہ روایت تاریخ طبری میں نقل ہوئی ہے اور یہی روایت ان کی تفسیر میں نقل کی گئی ہے، لیکن بد قسمتی سے، دو جگہ روایت تحریف کردی گئی ہے، حدیث کا پہلا جملہ اس طرح ہے: «فَأَيُّكُمْ يُوَازِرُنِي عَلَى هٰذَا الْأَمْرِ عَلَى اَنْ يَكُونَ اَخِي وَ وَصِيِّي وَ خَلِيفَتِي فِيكُمْ؟» دوسرا جملہ حدیث اسطرح ہے «اِنَّ هٰذَا اَخِي وَ وَصِيِّي وَ خَلِيفَتِي فِيكُمْ فَاسْمَعُوا لَهُ وَاَطِيعُوا» تاہم، مذکورہ بالا جملے کو مخالفین نے اس طرح سے تبدیل کردیا ہے: «فَأَيُّكُمْ يُوَازِرُنِي عَلَى هٰذَا الْأَمْرِ عَلَى اَنْ يَكُونَ اَخِي وَ كَذَا وَ كَذَا ثُمَّ قَالَ اِنَّ هٰذَا اَخِي وَ كَذَا وَ كَذَا فَاسْمَعُوا لَهُ وَ اَطِيعُوهُ» ۔ (طبری، ۱۴۲۱، ۱۹، ۴۱۰) ۔

اس طرح کی روایات رسول اللہ ﷺ کے جانشین کے انتخاب کے دن کی حکایت کرتیں ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی علیہ السلام کو اپنا بھائی، وصی، وزیر اور خلیفہ بنایا تھا۔ ان روایات کو جن راویوں نے روایت کیا ہے وہ: امام علی، ابو رافع، براء ابن عازب، ابن عباس، اور رابیعہ ابن ناجد ہیں۔ اہل سنت کی مستندات اور تاریخی دستاویزات کے مطابق، یہ ثابت ہوا کہ خود رسول خدا ﷺ نے یہ عنوان (وصی) حضرت علی علیہ السلام کو دیا لہٰذا زہرہ اور ان جیسوں کا یہ دعویٰ بغیر کسی مدرک اور علمی سند کے بغیر ہے اور یہ فقط ایک جھوٹا دعوی ہے ۔

کچھ شیعہ سنی علماء نے عبداللہ ابن سباء اور ان کے فتنہ کو حضرت عثمان کے زمانے میں ماننے سے صاف انکار کیا ہے اور انہوں نے اس طرح کی روایات کو جعلی قرار دیا ہے. ان علماء نے عبداللہ ابن سباء کے وجود کو بھی جعلی اور من گھڑت اور خیالی تصور کیا ہے، علامہ مرتضیٰ عسکری (بی تا: ا، ۳۹) اور ڈاکٹر عبدالعزیز صالح ھلالی (۱۹۸۹: ۷۳) کا بھی ایسا نظریہ ہے۔ مشہور مصری اسکالر طحہ حسین لکھتے ہیں: "ابن سباء کا وجود ایک وہم کے علاوہ کچھ نہیں ہے اور وہ اتنی اہمیت کا حامل شخص نہیں ہے جتنا کہ بعض مؤرخین نے پیش کیا ہے، بلکہ اسے شیعہ دشمنوں نے شیعوں کے لئے محفوظ کیا ہے ور ان کے خلاف استعمال کیا ہے۔ (مصری ۱۹۵۱: ۱۹۰) ایک اور اہل سنت دانشور جناب کرد علی کہتے ہیں: "ابن سبا کے ساتھ اصل تشیع کو منسوب

کرنا ایک فریب اور شیعہ مذہب کے بارے میں معلومات کا فقدان کی وجہ سے ہے"۔ یہ واضح رہے کہ وہ روایات جن میں عبد اللہ ابن سباء کے کردار کو حضرت عثمان کے زمانے میں ظاہر کیا ہے اور اس کے بعد ان کے قتل میں اس فتنہ کو اجاگر کیا ہے، ان تمام روایات کا اصل ماخذ طبری ہے اور طبری نے ان روایات کو "سیف بن عمر" سے نقل کیا ہے۔ ان تمام روایات کا ماخذ ومنبع جناب طبری کی کتاب "تاریخ الامم والملوک" ہے۔ طبری نے سیف ابن عمر کی دو کتابوں "الفتوح" اور "الجمال" سے یہ سب نقل کیا ہے اور اسی کے ذریعہ دوسری کتابوں میں بھی ان کا ذکر کیا گیا ہے۔

سیف بن عمر پر ایک نظر

جس شخص نے جعل سازی کرنے میں کلیدی کردار ادا کیا وہ سیف نامی شخص ہے۔ دونوں فرقوں کے علماء نے اس کے بارے میں مختلف آراء کا اظہار کیا ہے۔ کچھ کہتے ہیں: تمام روایات کا راوی سیف بن عمر ہے یہ قبیلہ اسید جو ایل بزرگ تمیم سے تھا، اسی وجہ سے اسے اسیدی تمیمی کہا جاتا ہے۔ اور یہ شخص کوفہ کا رہنے والا تھا، اس سے پہلے وہ بغداد میں مقیم تھا، ۱۷۰ ہجری میں ہارون الرشید کی خلافت کے دوران ان کا انتقال ہوا۔" (عسکری، ۱۳۷۵: ۱، ۶۸ _ ۶۹) ۔

تمام سنی رجال سیف ابن عمر کی ضعیف ہونے پر متفق ہیں یعنی ان کی روایت کو ضعیف سمجھتے ہیں، جیسے: یحییٰ ابن معین (عسقلانی، ۱۴۱۵)؛ نسائی (ھمو)، ابن ابی حاتم (۱۳۷۲: ۴، ۲۷۸)، ) دار قطانی (عسقلانی، ۱۴۱۵: ۳، ۵۸۳)؛ حاکم نیشاپوری (ھمو)؛ ابن عدی (۱۴۱۸: ۴، ۵۰۷)؛ ابن حجر عسقلانی (۱۴۱۵: ۳، ۵۸۳) اور یوسف مزی (۱۴۱۴: ۸، ۲۵۰) ۔ ابو داؤد کہتے ہیں: "وہ بہت جھوٹا اور بیکار شخص ہے" (۱۴۱۴: ۸، ۲۵۰) ۔ ابن حبان کہتے ہیں: "احادیث جو اس نے خود جعلی کی اور انہیں ایک ثقہ شخص کی زبان سے نقل کرتا تھا۔ (۱۴۱۲: ۳۴۵) ۔)

، ضعیف اور سیف جیسے احادیث کی جعل سازی کرنے والے کے الفاظ پر کسی معتبر دلیل تاریخی کے بغیر، اعتبار نہیں کیا جاسکتا ہے۔

وہ مذہب نے دونوں فرقوں کی درجنوں مستند روایات کے مطابق جس کی بنیاد خود حضور نے رکھی تھی، ایک خیالی فرد عبداللہ بن سباء جیسے فرد کی طرف نسبت دی جایے اور انہیں مذہب کا بانی مان لیں؟ اگر صحیح مان بھی لیں تو شیعوں کے ساتھ کیا ربط انکا؟

اگر وہ اس مذہب کا بانی ہے تو پھر شیعوں کی ہر چیز ان کی رائے کے مطابق ہونی چاہئے۔ جبکہ شیعہ مذہب کے تمام اصول و فروع قرآن و سنت محور ہیں۔ اور اس مذہب میں، انکے ساتھ کسی بھی مسئلے میں اس کا ذرا بھی ربط نہیں پایا جاتا ہے، یہ کیسا بانی اور بنیان گذار ہے جو اسکے ماننے والے نہ صرف اس کے احکامات کی اطاعت کرتے ہیں بلکہ اس کے اعتقادات سے اظہار برائت کرتے ہیں۔

جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے، شیعوں کی بازگشت نبی کریم ﷺ کے زمانے میں ہے اور اس مذہب کے اصول قرآنی اور روائی ہیں اور شیعہ کا بیج بونے والا پہلا شخص پیغمبر اسلام ﷺ تھے۔ فریقین کی درجنوں مستند روایتیں اس بارے اشارہ کرتی ہیں۔

شیعہ کا وجود، فتنہ الدار میں:

کچھ سنی علماء کا خیال ہے کہ شیعہ فتنہ الدار کے محصول ہے جو تیسرے خلیفہ کے قتل کا دن ہے گویا اس دن یہ مذہب وجود میں آیا۔ بعض سنی علماء جیسے: ابن ندیم (بی تا: ۲۴۹) احسان الٰہی ظاہر (ظاہر، بی تا: ۱۷) اور... ایسے ہی نظریہ پر یقین رکھتے ہیں۔

تنقیدی جائزہ:

فریقین معتبر روایات کے مطابق، شیعوں کا وجود رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں تھا اور خود نبی اکرم ﷺ نے شیعوں کو علی علیہ السلام سے منسوب کیا ہے اور اس وقت کے کچھ صحابہ کو شیعہ علی علیہ السلام کے نام سے جانے جاتے تھے۔ حضرت عثمان کے قتل کے دن شیعہ وجود میں نہیں آئے، بلکہ شیعہ اس دن اقتدار کے اعلی عہدے پر فائز تھے، کیوں کہ حضرت امام علی علیہ السلام کے ۲۵ سال صبر اور خاموشی نے اس کا ثمر دکھایا اور ایک بار پھر امت مسلمہ امامت کے نظام کی طرف لوٹ گئے۔ اس دن سارے صحابہ، جوش و جذبے اور محبت کے ساتھ، وہ امام علی علیہ السلام کے پاس پہنچے اور ان کی بیعت کی۔

شیعہ کا وجود، حضرت علی علیہ السلام کی خلافت کے دور میں:

بعض دوسرے لوگوں کا خیال ہے کہ مذہب شیعیان اہل بیت، خلافت علی علیہ السلام کے دور میں وجود میں آئے (دیکھیں: بغدادی، ۱۳۷۹: ۱۳۴)۔

تنقیدی جائزہ:

یہ نظریہ بھی میری رائے میں درست نہیں ہے، کیوں کہ امام علی علیہ السلام کے خلافت کے دور میں شیعہ

اقتدار میں تھے، اور اس دور سے جہاں تک ممکن ہو سکا شیعوں کا ظہور اور ان کی پہچان ہوئی۔ چاہے وہ صفین ہو یا جمل، یا نہروان، اس قسم کی جنگوں نے شیعوں کو دوسروں سے مکمل طور پر الگ کر دیا اور دنیا کے سامنے شیعہ ایک مضبوط نظریہ اور نظام کے مالک بن کر ابھرے، لہٰذا یہ کہنا کہ شیعہ، امیر المومنین حضرت امام علی علیہ السلام کے خلافت کے دور میں پیدا ہوا اور وجود میں آیا، بالکل غلط اور باطل نظریہ ہے جس کے پیچھے کوئی علمی اور منطقی دلیل نہیں ہے۔

شیعہ کا وجود، امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد:

کچھ اور سنی علماء، جیسے: نشار (دیکھیں: نشر، بی تا: ۲، ۳۴)، رفاعی (رفاعی، ۱۹۹۷: ۶۹۱)، وغیرہ، کا عقیدہ ہے کہ واقعہ کربلا کے بعد اور امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد شیعہ وجود میں آئے۔

تنقید جائزہ:

اس نظریہ کی کوئی علمی دلیل نہیں ہے، بلکہ شیعہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں تھے۔ چنانچہ اس حقیقت پر، شیعہ سنی کتابوں میں دسیوں معتبر تفسیری روایات اور بہت سارے تاریخی اسناد ومدارک موجود ہیں۔ امام حسین علیہ السلام کی شہادت نے شیعوں کو نئی زندگی اور پہچان دی ہے اب شیعہ کربلا اور عزاداری امام حسین علیہ السلام کی وجہ سے جانے جاتے ہیں لیکن اس کا مطلب ہر گز یہ نہیں کہ شیعہ کربلا میں وجود میں آیا ہو. کربلا شیعیت کی مظلومیت اور غربت کا نام ہے۔

آیہ خیر البریہ کی اجمالی تفسیر

آیت «أُولَٰئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ» میں ان لوگوں کا تعارف کرایا گیا ہے جو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہیں مانتے تھے اور پیغمبر کے دستور کے مطابق، جس میں چار اصول ہیں۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوپر ایمان نہیں لائے، جن اصول اربعہ کے ذریعہ پیامبر گرامی اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کفار اور مشرکین کو دعوت دی، وہ یہ ہیں: اللہ کی عبادت، اخلاص دین، نماز کا ادا کرنا اور زکات کا دینا۔ یہاں ممکن ہے سوال کیا جائے کہ جب عبادت کا ذکر ہو چکا پھر نماز اور زکات کا ذکر کرنے کی کیا ضرورت تھی؟

خدا وند نے عام طور پر عبادت کا ذکر کیا، پھر عبادت کے دو اہم ستونوں کا ذکر کیا۔ ایک نماز اور دوسری زکات۔ اصولی طور پر، یہ صورت، عام کے بعد ایک خاص ذکر ہے۔ اصولی طور پر، یہ کہا جاتا ہے کہ جب اصل کو بیان کیا جاتا ہے تاکہ خصوصی توجہ دی جائیں کیونکہ خداوند عالم نے عبادت کو دو حصوں میں تقسیم کیا،

اور یہ دونوں صورتیں سب سے اہم اور بنیادی ہیں، ان میں سب سے اہم مصداق حقوق اللہ ہے اور خدا کے حقوق میں سب سے اہم حق نماز ہے۔، پھر مسکینوں کے لئے انفاق کرنا ہے، اب یہ صدقہ یا تو زکات کی صورت میں واجب ہے یا مستحب صدقہ ہے۔

اس سے یہ بات واضح ہے کہ کافر اور مشرکین بھی ان فرائض کی انجام دہی کے پابند ہیں اور آنحضرت ﷺ کے مشن کے ساتھ ساتھ ان چار اصولوں کو قبول نہ کرنے کی وجہ سے وہ بدترین مخلوق سمجھے جاتے ہیں اور جہنم کی آگ کے عذاب کا وعدہ ہمیشہ ان کے لئے ہے

دوسری بات یہ کہ، اس کا مطلب عام کافر اور مشرک نہیں ہے، بلکہ وہ لوگ جو پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ کو جانتے تھے اور پھر ضد اور نافرمانی کی وجہ سے ان پر ایمان نہیں رکھتے تھے، یہ بات آیات کے سیاق سے سمجھ آتی ہے:

«وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ» (بینہ / ۴)؛ اور جن کو کتاب دی گئی تھی (اہل کتاب) وہ اس وقت تک منتشر نہیں ہوئے جب تک کہ ان کے پاس کوئی واضح دلیل نہیں تھی۔

اس آیت میں (بینہ) سے مراد، رسول خدا ﷺ کی ذات گرامی ہیں۔ جیسا کہ اس سے پچھلی آیت سے یہ بات ثابت ہے: «لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ مُنْفَكِّينَ حَتَّى تَأْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ رَسُولٌ مِنَ اللَّهِ يَتْلُو صُحُفًا مُطَهَّرَةً». (بینہ / ۲ و ۱)؛ اس آیت میں (بینہ) سے نبی اکرم ﷺ کی ذات مراد لی گئی ہے دوسری بات جو اس آیت سے واضح ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ «شر البریہ» کی تعبیر عام مشرک اور کافر کو شامل نہیں ہے، بلکہ خاص طور پر وہ لوگ اس آیت کا مصداق بن سکتے ہیں جو واضح دلیل اور پیغمبر اسلام ﷺ کی شناخت کے بعد انکار کیا۔

اس گروہ کے مقابل، ایک اور گروہ جس کا تعارف قرآن نے کروایا ہے کہ جو ایمان لاتا ہے اور نیک اعمال بجالاتا ہے، ایسے لوگ خیر البریہ ہیں۔ تب خدا نے اس گروہ کا اجر شمار کیا اور واضح کیا کہ جو خود خدا تعالیٰ عطا کرے گا، اور عدن کا معنی جاوید اور ہمیشگی کے ہے، عدن کا معنی ابدی ہونے کے باوجود یہ ایک قسم کی غیر معمولی تاکید ہے، پھر (ابدا) کو اضافہ کیا ہے۔ اس گروہ کی سب سے اہم خصوصیت یہ ہے کہ خدا ان سے راضی ہے اور وہ خدا سے راضی ہیں۔ بندوں کی رضایت خدا کے لئے اہم نہیں ہے، لیکن خدا کی رضایت بندوں کے لئے اہم ہے، اس گروہ کو خدا کی خوشنودی حاصل ہوگی۔ خدا ان سے کیوں راضی ہے؟

آیت کے سیاق میں کہا گیا ہے کہ یہ اطمینان اور یہ انعام خشیت و خوف خدا کی وجہ سے ہیں۔ «ذلک لمن خشی ربہ» (بینہ/۸)؛ یہ اس کے لئے ہے جو اپنے رب سے ڈرتا ہے۔

شر البریہ، اہل سنت روایات کی روشنی میں

شیعہ تفاسیر میں آیہ «شر البریہ» کے ذیل میں اہل بیت کے دشمنون کو بطور مطلق شر البریہ کے مصداق کہا گیاہے اما کچھ سنی تفسیروں میں آیہ شر البریہ کا مصداق خوارج کو قرار دیا گیاہے. یہ لوگ حضرت امیر المومنین امام علی علیہ السلام کے دشمن ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ: وہ لوگ قرآن کی تلاوت کرتے ہیں لیکن قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترتا، یہ لوگ دین سے ایسے ہی نکل گئے ہیں جیسے کمان سے تیر نکل جاتے ہیں اور یہیلوگ شر البریہ ہیں" (ہندی، ۱۴۰۹: ۱۱، ۲۲۰) ۔ایک اور روایت میں یوں بیان کیا گیا ہے کہ: "علی ابن ابی طالب ان کو مارے گا" (مصدر سابق) ۔ خارجیوں کے بارے میں، شر الخلیق والخلیق بھی کہا گیاہے (حمو) بعض شیعہ روایات میں اس طرح آیاہے: «خیر البریہ، خوارج کو قتل کریں گے (مغربی، ۱۴۱۴: ۲، ۶۲) ۔

بہت ساری روایات ہیں جن میں خوارج کی خصوصیات اور ان کے خروج کے وقت کو بیان کیا گیا ہے، اور سنی علمائے کرام نے یہ روایات اہل بیت علیہم السلام اور اصحاب کرام سے نقل کی ہیں جیسے: امام علی علیہ السلام، ابو سعید خدری، ابوذر، ابن مسعود، ابی زید انصاری، عبد اللہ ابن خباب ابن الارت، طلق ابن علی، عمر بن خطاب، جابر، عقبہ ابن عامر، عبد اللہ ابن ابی اوفی، ابی امامہ، ابو اعوانہ، عبدالرحمٰن ابن عدیس، ابو برزہ، عمار، ابن عباس، ابن بکرہ، ابن عمرو غیرہ۔

خارجیت کی سوچ اور اس کی فکر، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں بھی تھی۔ مشہور اہل سنت عالم دین جناب ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: ایک دن صحابہ کرام نے پیامبر گرامی اسلام حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موجودگی میں ذوالتدیہ کی عبادت اور مذہب کی تعریف کی۔ اسی وقت وہ شخص ان کے پاس آیا۔ صحابہ نے کہا: یہی وہ شخص ہے جس کی ہم تعریف کرتے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "آپ اس کی تعریف کرتے ہیں جس کے چہرے پر شیطان کی نشانی ہے، " جہاں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور صحابہ کرام بیٹھے تھے وہاں سے وہ شخص گزرا یہاں تک کہ اس نے سلام تک نہیں کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے بلایا اور پوچھا: تجھے خدا کی قسم دے کر پوچھ کہ جس وقت تم ہمارے پاس سے گزرے تو کیا تم نے اپنے دل میں یہ نہیں کہا:

اس مجلس میں وہ مجھ سے بہتر کوئی نہیں؟ ۔ اس نے کہا: جی ہاں، ایسا ہی کہا ہے پھر وہ نماز پڑھنے چلا گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس شخص کو کون مارے گا؟ ابو بکر نے کہا: میں، اور اسے مارنے کے قصد سے گیا۔ جب وہ اس کے پاس پہنچا تو ابو بکر نے اسے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ اس نے کہا: سبحان اللہ، کیا میں نماز پڑھنے والے کو مار دوں؟ جبکہ آنحضرت ﷺ نے نمازیوں کے قتل سے منع کیا تھا۔ واپس پلٹے تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے پوچھا:

تم نے کیا کیا، ابو بکر نے کہا: میں نماز کے وقت اسے مارنا نہیں چاہتا تھا اور آپ نے نمازیوں کو قتل کرنے سے منع کیا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام سے ایک بار پھر فرمایا: اس شخص کو کون مارے گا؟ عمر نے کہا: میں۔ اور اس مقصد کے لئے روانہ ہوا۔ دیکھا وہ شخص سجدہ ریز ہے۔ اس نے اپنے آپ سے کہا: ابو بکر مجھ سے بہتر جانتے تھے اور اس نے اسے نہیں مارا۔ میں بھی اسے نہیں ماروں گا۔

واپس آگئے آپ ﷺ نے فرمایا: تم نے کیا کیا؟ عمر نے کہا: میں نے اسے خدا کے لئے پیشانی زمین پر رکھتے دیکھا، میں اسے مارنا نہیں چاہتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ پھر فرمایا: اس شخص کو کون مارے گا؟ علی نے عرض کی: میں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تم اس تک پہنچ جاؤ گے تو تم اسے قتل کرو گے۔ علی باہر گیا اور واپس آگئے۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: آپ نے کیا کیا؟ آپ نے عرض کی: جب میں وہاں پہنچا تو وہ چلا گیا تھا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر اسے قتل کر دیا ہوتا تو میری امت میں اختلاف نہ ہوتا (عسقلانی، ۱۴۱۵: ۲، ۳۴۱) ۔

ایک اور روایت میں، ابو سعید الخذری کہتے ہیں: ابو بکر رسول خدا ﷺ کے پاس آئے اور کہا: اے خدا کے رسول، میں نے وادی کو عبور کیا اور دیکھا کہ ایک شخص ایک خاص حالت کے ساتھ نماز پڑھ رہا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ابو بکر کو حکم دیا کہ واپس لوٹ کر اس کو قتل کر دیں۔ جب ابو بکر نے اسے نماز کی حالت میں دیکھا، تو اس نے اسے قتل کرنا ناپسند کیا اور رسول خدا ﷺ کے پاس واپس آئے۔ پیغمبر ﷺ نے کہا: "یہ شخص اور اس کے ہم خیال لوگ قرآن کی تلاوت کر رہے ہیں، لیکن قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں گزرے گا، وہ دین سے نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے، پھر وہ دین کی طرف نہیں آئیں گے، جس طرح تیر، تیر انداز کے پاس واپس نہیں آتا، انہیں مار ڈالو، یہ بدترین مخلوق ہیں" (آل عقدہ، ۱۴۲۱: ۴،

۲۴۱۳) ۔

ایک دوسری میں روایت اوصاف خوارج اسطرح بیان ہوے ہیں، "خیر البریہ، یعنی علی ابن ابی طالب نے ان کو مار ڈالے گا" (مغربی، ۱۴۱۴: ۱، ۲۱۰) ۔کچھ دوسری روایتوں میں بھی یہ بیان گیا ہے: وہ بہترین گروہ پر خروج کریں گے، (مصدر سابق، ۲، ۴۹) ۔

ابو سعید الخذری کہتے ہیں: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خارجیوں کا تذکرہ کیا اور ان کی خصوصیات بیان کیں، پھر فرمایا: خیر البریہ، علی ابن ابی طالب علیہ السلام ان کو قتل کریں گئے" (مغربی، مصدر سابق، ۱، ۲۱۰) ۔اس روایت میں حضرت علی علیہ السلام کا تعارف ہی «خیر البریہ» ہوا ہے اور گویا کہ اس کلمہ کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود ہی مولا علی علیہ السلام کے نام کے طور پر استعمال فرمایا ہے۔اسی طرح اس حدیث میں، ایک انتہائی اہم غیبی خبر کی طرف اشارہ ہوا ہے اور وہ یہ ہے کہ خوارج جانشین حق کے ساتھ مذہب اور قرآن کے نام پر لڑیں گے، اور اس جنگ میں وہ امام ہی کے ہاتھوں مارے جائیں گے۔ ظاہر ہے دونوں گروہ دین کے طرفدار ہونے کا ادعا کریں گے اور جنگ اس نعرے کے ساتھ لڑ رہے ہیں یقینا ان میں سے ایک حق گروہ ہے تو دوسرا باطل پر ہے.

یہ روایت ہمارے ہاتھ میں اسی قسم کے تاریخی واقعات (جوامت مسلمہ کے درمیان رونما ہوتے ہیں) کا فیصلہ کرنے کے لئے ایک شناخت اور معیار دے رہی ہے اور وہ شناخت وہ معیار حضرت امام علی علیہ السلام کی ذات گرامی ہیں جو مصداق خیر البریہ ہیں ۔پیغمبر گرامی اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس روایت میں حضرت علی علیہ السلام کے مستقبل کی خبر دی ہے کہ وہ ہر حال میں خیر پر ہونگے اور برحق معصوم امام ہیں اور وہ غلطی نہیں کرتے کیونکہ آیہ تطہیر اور آیہ مباہلہ ان کی عصمت و صداقت قولی اور صداقت فعلی پر گواہ ہیں ۔ امام علی علیہ السلام کی زندگی مقصد بعثت رسالت کی تکمیل ہے اور رسالت کی تصدیق اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غیبی خبروں کی تصدیق ہے۔

جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متعدد بار علی علیہ السلام کے بارے میں لوگوں کو فرمایا تھا: «انا اقاتل علی التنزیل وعلی یقاتل علی التاویل» (مجلسی، ج ۳۲، ص ۳۰۳) ۔ پیغمبر گرامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منصب، تنزیل آیہ تھا، تنزیل قرآن پر ہی پیغمبر گرامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علی علیہ السلام، مشرکین اور کافروں سے جنگ لڑے تھے، یعنی قرآن کو منوانے کے لئے، توحید کو منوانے کے لئے، رسالت کو منوانے کے لئے اسلام اور کفر کے درمیان جنگیں ہوتی

رہی اور یہی تنزیل قرآن کا تقاضا تھا. اما امام علی علیہ السلام کا منصب، تأویل قرآن تھا اسی تأویل قرآن کی وجہ سے ناکثین، مارقین، اور قاسطین سے جنگیں ہوئیں۔ جنگ نہروان رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسل) م کے حکم کے مطابق ہوئی کیونکہ پیغمبر گرامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بار بار امام علی علیہ السلام کو مخاطب کر کے ان سے فرمایا تھا: " میرے بعد، تم ناکثین، قاسطین اور مارقین سے لڑوگے (ابی الحدید، ۱۴۰۴، ا، ۲۰۱).

اس روایت کو بیان کرنے کے بعد، اہل سنت معروف عالم جناب ابن ابی الحدید کہتے ہیں: «وہذا الخبر من دلائل نبوتہ صلی اللہ علیہ وآلہ لأنہ إخبار صریح بالغیب لایحتمل التمویہ و التدلیس کما تحتملہ الأخبار المجملة». (ابن ابی الحدید، مصدر سابق). یہ روایت نبوت کے دلایل میں سے ایک دلیل ہے، کیونکہ یہ مستقبل اور غیب کی واضح خبر ہے جس میں تأویل و تدلیس کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ پیغمبر گرامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی رحلت کے بعد امام علی علیہ السلام کے ساتھ ہونے والی تین جنگوں کا نام لیا اور ان جنگوں کے سرداروں اور ان کے ساتھ دینے والوں کی صفات کی نشاندہی کی تاکہ بعد میں کسی کو برحق امام کو پہچاننے میں کوئی مشکل نہ رہے. منصب تأویل قرآن کو بچانے کے لئے ہے تو منصب تأویل، توحید کو بچانے کے لئے اسی طرح منصب تأویل رسالت کو بچانے کے لئے ہے. اسی وجہ سے عہد رسالت اور عہد امامت کی جنگوں میں بنیادی فرق ہے عہد نبوت کی جنگیں مشرکین اور کافرین سے ہوئی ہے لیکن عہد امامت کی جنگیں، کسی کافر سے نہیں! بلکہ کلمہ گو مسلمانوں سے ہوئی ہے.

اور خوارج جیسے لوگ، اگرچہ ظاہری طور پر لا حکم الا اللہ کا نعرہ زبان سے جاری کریں اور ان سے قرآن کی تلاوت سننے کو ملے، اور پیشانی پر لمبی نشان سجدہ کرنے کا مل جائے، تب بھی وہ لوگ باطل اور اہل جھنم ہیں، کیونکہ جو عقیدہ رہبر الھی کے خلاف استعمال ہو اسکی کوئی اہمیت نہیں ہے اسلئے قرآن کریم نے ایسے اعمال کو ھباء منثورا، سے متعارف کرایا ہے۔ جو لوگ ایسے رہبر جو منصوص من اللہ ہو، اللہ کا منتخب کردہ ہو اور الہی صفات کا حامل ہو، اس کے خلاف خروج کریں گے تو یہ عمل خود ہی ملت اور مذہب کے ساتھ سب سے بڑی غداری اور ناقابل معافی گناہ اور سنگین جرم ہے۔ کیونکہ ان لوگوں نے معاشرے کو حقیقی اور الہی رہبروں کی رہنمائی اور ہدایت سے محروم اور جدا کر کے طاغوتی اور شیطانی صفات، نفس امارہ کے اسیر غلاموں کے حوالے کیا.

الہی قیادت اور رہبریت سے خالی معاشرہ، بھیڑ بکریوں کی طرح ہے اگر چرواہ نہ ہو تو یہ جانور بھیڑیا کا لقمہ

بن جاتے ہیں اسی طرح یہ معاشرہ بھی بھیڑیا نما انسانوں کے ہاتھوں زخمی ہو جائے گا اور صعود کی بجائے سقوط کرے گا اور آخر کار دائمی عذاب الٰہی میں گرفتار ہو جائے گا۔ چودہ سو سالوں سے، امت محمدی الٰہی رہنماؤں سے دوری اور شریر حکمرانوں، اور کٹھ پتلیوں کی پیروی کی وجہ سے معاشرتی اور انفرادی زندگی کے سب سے بڑے چیلنجوں کا سامنا کر رہی ہے۔

شان نزول والی روایات کا تنقیدی جائزہ

شان نزول کی روایات اس آیت کو سمجھنے میں بہت مددگار ہیں۔ لہٰذا دونوں مکاتب فکر کے نقطہ نظر سے ان روایات کا جائزہ لیتے ہیں۔

۱. شیعہ

بہت ساری شیعہ روایات اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ آیہ خیر البریہ، امام علی علیہ السلام اور ان کے شیعوں کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ یہ امر اتنا واضح ہے کہ اس پر بحث کرنے کی ضرورت نہیں ہے، لیکن پھر بھی مثال کے طور پر ایک پرانی تفسیر کو پیش کئے جاتے ہیں۔

تفسیر فرات کوفی:

فرات کوفی غیبت صغری کے زمانے کے اعلام اور بزرگوں میں سے ہیں۔ فرات کوفی آیت کے ذیل میں آٹھ عدد روایات کو امام باقر، جابر، ابن عباس، خالد ابن معدن، معاذ ابن جبل اور ابو ایوب انصاری سے نقل کی ہیں کہ آیہ خیر البریہ، امام علی علیہ السلام اور ان کے شیعوں کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ ان روایات میں سے تنہا ایک روایت کو مثال کے طور پر پیش کروں گا۔ امام باقر علیہ السلام سے روایت ہے: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یا علی خیر البریہ سے مراد تم اور تمہارے شیعہ ہیں۔ (کوفی، ۱۴۱۰: ۲، ۵۸۳).

منابع شیعہ میں شان نزول کے راوی

شیعہ ماخذ میں، آیہ خیر البریہ سے متعلق، بہت ساری روایات ملتی ہیں اور ان روایات کے راویوں میں اہل بیت علیہم السلام سے ۱. امام علی علیہ السلام، ۲. امام حسین علیہ السلام، ۳. امام علی بن الحسین زین العابدین علیہ السلام، ۴. امام باقر علیہ السلام، ۵. امام صادق علیہ السلام، 6-امام موسیٰ ابن کاظم علیہ السلام، ۷-امام رضا علیہ السلام شامل ہیں۔

اسی طرح ان روایات کے راویوں میں صحابہ کرام اور تابعین سے متعدد راویوں کے نام دیکھے جا سکتے ہیں، جن میں: ۸. عمار ابن یاسر، ۹. جابر ابن عبد اللہ انصاری، ۱۰. معاذ ابن جبل، ۱۱. عبد اللہ ابن عباس، ۱۲.

عبد اللہ ابن محمد ابن عمر ابن علی، ۱۳. یزید ابن شراحل، ۱۴. ابو دجانجہ انصاری، ۱۵. ابو سعید الخدری ۱۶. سعد ابن یزید، ۱۷. ابو رافع، ۱۸. عامر ابن واثلا، ۱۹. خالد ابن معدن، ۲۰. انس ابن مالک، ۲۱. ابو ایوب انصاری، ۲۲. ابو برزہ، ۲۳. حذیفہ، ۲۴. حرث، ۲۵ - سلیم بن قیس، ۲۶۔ یحیٰ بن علا رازی، ۲۷. اور شعبی۔

2—اہل سنت

متعدد اہل سنت تفسیری، حدیثی اور تاریخی کتابوں میں بہت ساری روایات پائی جاتی ہیں کہ آیہ خیر البریہ، امام علی علیہ السلام اور ان کے شیعوں کے شان میں نازل ہوئی ہے۔ان میں سے کچھ منابع درجہ ذیل ہیں:

جامع البیان:

ابن جریر طبری نے اپنی کتاب میں جو امام باقر علیہ السلام سے اپنی سند کے ساتھ نقل کیا ہے: آیہ «اُولئِکَ ھُمْ خَیْرُ الْبَرِیّۃِ» سے متعلق پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اے علی تم اور تمہارے شیعہ "خیر البریہ" ہیں (طبری، ۱۴۲۱: ۱۵، ۲۹۳) ۔

الدار المنثور:

جناب جلال الدین سیوطی نے آیہ کے ذیل میں متعدد روایات نقل کی ہے: ان روایات میں سے ایک روایت میں سیوطی نے امام علی علیہ السلام سے روایت کیا ہے جس میں امام علی (علیہما السلام) نے فرمایا: «اِلم تسمع قَول اللہ: {إن الَّذین آمنُوا وَعمِلُوا الصَّالحات اُولئِکَ ھم خیر الْبریّۃ} اِنْت وشیعتک وموعدی وموعدکم الْحوض إذا جِئْت الاُمَمَ لِلحساب تدعون غرّاً محجلین»؛ خدا کے رسول کا انتقال اس وقت ہوا جب میں نے انہیں اپنے سینے سے لپٹایا ہوا تھا۔ آپ نے مجھ سے فرمایا: "اے علی، کیا تم نے خدا کا کلام «اِنَّ الَّذِینَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ اُولئِکَ ھُمْ خَیْرُ الْبَرِیّۃِ» نہیں سنا؟ وہ آپ کے شیعہ ہیں۔ میرا موعد اور آپ کا موعد حوض ہے۔ جب دوسری قومیں حساب وکتاب کے لئے لائی جاینگی تو تمہیں غیر محجلین (سفید پیشانی والے) کہکر پکارے جائیں گے (سیوطی، ۱۴۱۴: ۸، ۵۸۹ (۔

جناب سیوطی ایک دوسری روایت ابن عباس سے یوں نقل کرتے ہیں کہ جب آیہ خیر البریہ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی علیہ السلام کو خطاب کیا اور فرمایا: «ھُوَ اَنْت وشیعتک یَوم الْقیامۃ راضین مرضیین»؛ وہ

آپ اور آپ کے شیعہ خیر البریہ ہیں۔ قیامت کے دن خدا آپ سے راضی ہے اور آپ خدا سے راضی۔ (سیوطی، مصدر سابق)

سیوطی ایک اور روایت نے جابر بن عبد اللہ انصاری سے روایت کی، کہ انہوں نے کہا «: کُنَّا عِندَ النَّبِی صلی اللہ عَلَیہِ وَسلم فَأقبل علیّ فقَالَ النَّبِی صلی اللہ عَلَیہِ وَسلم: وَالَّذِی نَفسِی بِیَدِہِ إِن ہٰذا وشیعته لَہم الفائزون یَوم القِیَامَة وَنزلت } إِن الَّذین آمنُوا وَعملُوا الصَّالِحَات أُولَئِکَ ہم خیر البَرِیَّة {فَکَانَ أَصحَاب النَّبِی صلی اللہ عَلَیہِ وَسلم إِذا أقبل علیّ قَالُوا: جَاءَ خیر البَرِیَّة»؛ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے، اور علی تشریف لائے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "میں اس کی قسم کھاتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے بیشک یہ (علی) اور اس کے شیعہ قیامت کے دن کامیاب ہوں گے، اور یہ آیت نازل ہوئی ہے: «إِنَّ الَّذِینَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَئِکَ ہُمْ خَیْرُ البَرِیَّةِ»، جب علی تشریف لاتے تو پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اصحاب کہتے: "خیر البریہ" آئے (سیوطی، مصدر سابق)۔ پھر، اس نے ابو سعید سے روایت نقل کی ہے کہ علی ہی خیر البریہ ہے۔ (سیوطی، مصدر سابق)۔

فتح القدیر:

شوکانی اپنی تفسیری کتاب میں، علی علیہ السلام اور اس کے شیعوں کے بارے متعدد روایتیں نقل کیں ہیں کہ "علی خیر البریہ" ہے (شوکانی، ۱۴۲۰: ۵، ۵۸۹ _ ۵۹۰)۔

اس نے سیوطی کی نقل کردہ روایات کو جابر بن عبد اللہ انصاری اور ابن عباس سے بھی روایتیں نقل کی ہے (مصدر سابق)

شواھد التنزیل:

حاکم حسکانی نے اس کتاب کو لکھا ہے اور اس کتاب میں بیس سے زیادہ روایات آیہ خیر البریہ کے ذیل نقل کر کے بتادیا ہے کہ حضرت علی اور اسکے شیعہ کے بارے میں یہ آیت اتری ہے۔ نبی اکرم ﷺ کے مشہور صحابی جابر بن عبد اللہ انصاری روایت کرتے ہیں: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کعبہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، دور سے حضرت علی نظر آئے؛ جب آنحضرت ﷺ کی نگاہ علی علیہ السلام پر پڑی تو آپ نے صحابہ کی طرف دیکھا اور فرمایا:

«قَدْ أَتَاکُمْ أَخِی، ثُمَّ التَفَتَ إِلَی الکَعْبَةِ، فَقَالَ وَرَبِّ ہٰذِہِ البُنیَةِ إِنَّ ہٰذا وَشِیعَتَہُ ہُمُ الفائِزونَ یَومَ

القیامۃ، ثمّ اِقْبَلَ عَلَینا بِوَجْہِہ، فقالَ: اَما وَاللہِ اِنّہٗ اَوّلُکُمْ ایماناً باللہ، وَاقْوَمُکُمْ بِاَمرِ اللہِ وَاَوفاکُم بِعَہدِ اللہِ وَاَقضاکُمْ بِحُکْمِ اللہِ وَاَقسَمُکُمْ بِالسَّوِیۃِ وَاَعدَلُکُمْ فِی الرَّعِیۃِ وَاَعظَمُکُمْ عِندَ اللہِ مَزِیۃ. قالَ جابِرُ فَاَنْزَلَ اللہُ: «اِنَّ الّذِینَ آمَنُوا... خَیرُ البَرِیۃ»، فَکانَ عَلِی اِذا اَقْبَلَ قالَ اَصحابُ مُحَمَّد: قَدْ اَتاکُمْ خَیرُ البَرِیۃِ بَعْدَ رَسُولِ اللہِ»؛

میرا بھائی علی آپ کے پاس آرہا ہے، پھر آپ نے کعبہ کی طرف رخ کیا اور کہا: میں کعبہ کے خدا کی قسم کھاتا ہوں کہ صرف علی اور اس کے شیعہ قیامت کے دن کامیاب ہوں گے، کیوں کہ خدا کی قسم وہ تم سب سے پہلے خدا پر ایمان لے آئے تھے، اور خدا کے حکم سے تم سب سے پہلے قیام کیا، اس کی وفاداری، خدا کے عھد کے ساتھ سب سے زیادہ پابند اور سب سے بہتر فیصلہ کرنے والااور تقسیم اموال (بیت المال) میں تم سب سے زیادہ مساوات برتنا والا، رعیت کے ساتھ تم سب سے زیادہ عدالت کرنے والا ہے، اور خدا کے ہاں اس کا مقام سب سے اونچا ہے۔

جابر کہتے ہیں: یہیں پر آیت خیر البریہ نازل ہوئی، اور مذکورہ بالا آیت کے نزول کے بعد، جب بھی مسلمان علی کو دیکھتے، وہ کہتے: خدا کی بہترین مخلوق رسول خدا کے بعد تمہارے پاس آئی ہے " (حسکانی، ۱۳۹۳: ۲، ۳۵۶)

جابر ایک اور روایت میں کہتے ہیں: جب "خیر البریہ" کی آیت نازل ہوئی تو نبی اکرم ﷺ نے علی کی طرف رخ کیا اور فرمایا: "خیر البریہ سے مراد تم اور تمہارے شیعہ ہیں۔ قیامت کے دن، آپ اور آپ کے شیعہ مجھ پر داخل ہوں گے، جبکہ خدا آپ دونوں سے راضی ہے اور آپ خدا سے راضی ہیں۔" (حسکانی، مصدر سابق) ۔

ابو برزہ اسلمی کہتے ہیں: جب خیر البریہ کی آیت نازل ہوئی تو نبی اکرم ﷺ نے علی سے فرمایا: "اے علی! خیر البریہ تو اور تیرے شیعہ ہیں، قیامت کے دن میرے اور آپ کا وعدہ حوض کوثر کے کنارے پر ہے۔" (حسکانی، مصدر سابق) ۔

مناقب:

اہل سنت عالم جناب خوارزمی نے جابر بن عبد اللہ سے روایت نقل کی ہے جس میں جناب جابر نے کہا: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے جب علی ابن ابی طالب تشریف لائے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"میرے بھائی آپ کے پاس آئے اس وقت رسول اللہ ﷺ نے خانہ کعبہ کی طرف اپنا چہرہ کیا اور کہا: اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری زندگی ہے، یہ اور اس کا شیعہ ہی قیامت کے دن کامیاب ہوں گے، وہ پہلا مومن ہے، خدا کے عہد کا سب سے زیادہ وفادار، سب سے زیادہ قیام کرنے والا خدا کے حکم سے، آپ رعایا میں سب سے زیادہ منصف ہیں، اور آپ رعایا میں مال سب سے زیادہ مساوی تقسیم کرنے والے، خدا کے نزدیک آپ میں سب سے زیادہ معزز ہیں، پھر یہ آیہ خیر البریہ «إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَٰئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ» نازل ہوئی (خوارزمی، ۱۴۱۱، ۲۶۶)۔

الفصول المہمہ:

ابن صباغ مالکی نے اپنی کتاب میں حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: "جلد ہی آپ اور آپ کے شیعہ خدا کی بارگاہ میں داخل ہوں گے جبکہ آپ دونوں مطمئن ہوں گے اور خدا آپ سے راضی ہو گا، اور آپ کے دشمن داخل ہوں گے جب کہ وہ خشم زدہ ہوں گے اور پس گردن ان کے ہاتھ بندھے ہوئے ہونگے" (ابن صباغ، بی تا: ۱۱۷)۔

الصواعق المحرقہ:

ابن حجر ھیتمی نے یہ کتاب شیعوں کے خلاف لکھی تھی، لیکن ان تمام وجوہات اور مسائل کے باوجود، اس کتاب میں شیعوں کے فضائل کا ذکر آج بھی موجود ہے۔ جناب ابن حجر حضرت ابن عباس سے روایت کو یوں نقل کی ہے کہ جب یہ آیت: «ان الذین آمنوا و عملوا الصالحات اولئک ہم خیر البریۃ» نازل ہوئی تو نبی کریم ﷺ نے علی سے کہا: «ہو انت وشیعتک تاتی انت وشیعتک یوم القیامۃ راضین مرضیین ویاتی عدوک عضابا مقمحین. قال: ومن عدوی؟ قال: من تبرا منک ولعنک». ثم قال رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم): ومن قال: «رحم اللہ علیا رحمہ اللہ»؛

جلد ہی آپ اور آپ کے شیعہ قیامت کے دن خدا کی بارگاہ میں داخل ہوں گے اس حال میں کہ آپ لوگ اللہ پر راضی اور اللہ آپ لوگوں پہ خوش ہو گا جبکہ آپ کے دشمن ناراض اور اپنے گلے میں اپنے ہاتھ بندھے ہوئے داخل ہوں گے۔ یہاں پر مولا علی، پیغمبر سے پوچھتے ہیں یا رسول اللہ، میرا دشمن کون ہے؟ "پھر خدا کے رسول نے فرمایا: "جو شخص آپ سے برائت اختیار کرے اور لعنت کرے۔ اس کے بعد رسول اللہ نے فرمایا: جو شخص یہ کہے کہ خدا علی پر رحم کرے، کہنے والا پر بھی خدا رحم فرمائے گا۔

آیت کا سبب نزول اہل سنت روایات میں

اہل سنت روایات کے مطابق، یہ آیت نہ صرف حضرت امام علی علیہ السلام اور اس کے شیعوں کی شان میں نازل ہوئی ہے بلکہ آیت کا سبب نزول بھی آنحضرت تھے۔ معروف سنی عالم جناب خوارزمی نے جابر بن عبد اللہ سے یوں روایت نقل کی ہے: ہم رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں تھے، علی ہمارے پاس آئے۔ رسول اللہ نے فرمایا: "میرا بھائی آپ کے پاس آیا، پھر اس نے کعبہ کی طرف رخ کیا اور اس پر ہاتھ رکھا۔ پھر اس نے کہا: قسم خدا کی کہ جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، بلاشبہ یہ علی اور اس کے شیعہ قیامت کے دن کامیاب ہیں۔ پھر اس کے بعد فرمایا: وتم سب سے پہلے ایمان لے آنے والے ہیں ۔اور خدا کے عہد پر تم میں سے سب سے زیادہ وفادار، اور خدا کے حکم اور فرمان پر تم سب سے زیادہ ثابت قدم رہنے والے، لوگوں کے لئے تم میں سب سے رعایا میں مال برابر تقسیم کرنے والے، اور خدا کے نزدیک اعلی درجہ کی حیثیت والے ہیں ۔ جابر کہتے ہیں: اس وقت علی کے بارے میں یہ آیہ نازل ہوئی: «إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ» اور صحابہ کرام جب بھی علی ان کے پاس آتے تو کہتے: «خیر البریہ» آئے ہیں۔ (خوارزمی، ۱۴۱۱: ۲۶۶)۔

اس روایت سے پتہ چلتاہے کہ عصر نبوی میں اس آیت کے نزول بعد اصحاب کرام مولا علی علیہ السلام کو خیر البریہ سے یاد کرتے اور پکارتے تھے۔

معروف اہل سنت مورخ جناب ابن عساکر اپنی سند کے ساتھ جابر ابن عبد اللہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے کہا: جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے۔ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "قسم اس کی کہ جس کے ہاتھ میں میری جان ہے (علی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) وہ اور ان کے شیعہ قیامت کے دن ضرور کامیاب ہوں گے، اور یہ آیہ «إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ» نازل ہوئی (ابن عساکر، ۱۴۲۱: ۴۳، ۳۷۱)۔

منابع اہل سنت میں شان نزول کے راوی

اہل سنت منابع اور ماخذ میں، آیہ خیر البریہ سے متعلق، بہت ساری روایات ملتی ہیں اور ان روایات کے راویوں میں اہل بیت علیہم السلام، صحابہ کرام اور تابعین کے بہت سارے نام ملتے ہیں جیسے ۱. امام علی (علیہ اسلام)، ۲-امام باقر (علیہ اسلام)، ۳-عبد اللہ بن عباس، ۴-عبد اللہ بن ابی لہیعہ، ۵-ابو سعید خدری، ۶. ابو

برزہ سلیمان بن فضلہ اسلمی، ۷-بریدہ بن حصیب الاسلمی، ۸-جابر بن عبداللہ انصاری، ۹-یزید بن شراحیل انصاری، ۱۰ -معاذ، ۱۱-انس بن مالک، ۱۲- محمد بن عبداللہ بن عطیہ عوفی.

اس حقیقت پر بھی توجہ دینے کی ضرورت ہے کہ ان میں سے بعض راویوں نے متعدد اور مختلف روایتیں نقل کیں ہیں۔ ایک اہل سنت معروف عالم جناب حاکم حسکانی نے اس آیت سے متعلق روایتوں کو حضور اکرم ﷺ سے ۲۴ سے زیادہ مختلف طریقوں سے نقل کیا ہے۔

نتیجہ:

تفسیری، حدیثی اور تاریخی اہل سنت علمائے کرام نے بزرگ راویوں سے دسیوں روایات نقل کیں ہیں کہ آیہ خیر البریہ امام علی علیہ السلام اور ان کے شیعوں کی شان میں اتری ہے ۔یہی صورت حال اور یہی امر، شیعہ منابع میں بھی مطالعہ کرنے کو ملتاہے۔اس آیت کا سبب نزول اور شان نزول دونوں مولا علی علیہ السلام ہیں۔

آیت کی تفسیر مختلف مقامات پر پیغمبر اکرم حضرت محمد ﷺ کی زبانی

فریقین کی روایات کا جائزہ لینے سے پتہ چلتاہے کہ آنخضرت ﷺ نے آیت کی صرف ایک بار ہی نہیں، بلکہ متعدد بار تفسیر کی ہے اور ہر بار خیر البریہ کی تفسیر امام علی علیہ السلام کے بارے میں ہی ملتی ہے جیسے:

1-آیت کے نزول کے وقت:

فریقین کی بعض روایتوں میں آیا ہے کہ جب آیت خیر البریہ نازل ہوئی تو حضور نبی اکرم ﷺ نے امام علی علیہ السلام کو مخاطب کیا اور فرمایا: "تم اور تیرے شیعہ خیر البریہ ہیں۔ (سیوطی، مصدر سابق،۸، ۵۸۹) ۔

۲. بغیر سوال تعارف:

شیعہ اور اہل سنت بعض روایتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ پیامبر گرامی ﷺ نے کسی سوال یا تبصرہ کے بغیر آیت کی تلاوت فرمائی اور اس کی تفسیر کی اور امام علی علیہ السلام کو مخاطب کیا اور فرمایا: "ای علی تو اور تیرے شیعہ خیر البریہ ہیں" (ابن شہر اشوب، ۱۹۹۷: ۲، ۲۶۶) ۔

۳. ام المومنین حضرت ام سلمہ کے گھر میں:

یحییٰ ابن ابی علاء نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت نقل کی ہے: «دَخَلَ عَلِی علیہ السلام عَلَی

رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ وَ هُوَ فِي بَيتِ اُمِّ سَلَمَة فَلَمَّا رَآهُ قَالَ كَيفَ اَنْتَ يا عَلِي إِذَا جُمِعَتِ الاُمَمُ وَ وُضِعَتِ الْمَوازِينُ وَ بَرَزَ لِعَرضِ خَلقِهِ وَ دُعِيَ النَّاسُ إِلَى مَا لَا بُدَّ مِنهُ قَالَ فَدَمَعَتْ عَينُ اَمِيرِ الْمُؤمِنِينَ عليه السلام فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مَا يُبكِيكَ يا عَلِي تُدعَى وَ اللّٰهِ اَنْتَ وَ شِيعَتُكَ غُرّاً مُحَجَّلِينَ رِوَاءً مَرْوِيِينَ مُبْيَاضَّة وُجُوهُكُمْ وَ يُدعَى بِعَدُوِّكَ مُسْوَادَّة وُجُوهُهُمْ اَشْقِيَاءَ مُعَذَّبِينَ اَ مَا سَمِعتَ إِلَى قَولِ اللّٰهِ تَعَالَى «إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَ عَمِلُوا الصَّالِحَاتِ اُولَئِكَ هُمْ خَيرُ الْبَرِيَّة» اَنْتَ وَ شِيعَتُكَ وَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِنَا اُولَئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّة عَدُوُّكَ يا عَلِي»؛

پیغمبر گرامی جناب ام سلمہ کے گھر میں تشریف فرما تھے کہ اتنے میں علی علیہ السلام آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جوں ہی رسول خدا ﷺ نے علی علیہ السلام کو دیکھا تو آپ نے فرمایا: "اے علی! اسوقت کیا حال ہوگا جب ساری قومیں جمع ہوں گی اور انصاف کا ترازو نصب کیا جائے گا اور لوگوں کا احتساب ہوگا۔

راوی کہتا ہے: اس وقت علی علیہ السلام کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے، رسول خدا ﷺ نے فرمایا: "اے علی، تم کیوں رو رہے ہو، خدا کی قسم، اس دن تم اور تیرے شیعہ سفید چہرے کے ساتھ محضر پروردگار میں حاضر ہونگے درحالی کہ ان کے چہرے روشن اور تازہ اور مسکراتے ہوئے ہونگے۔

اس دن آپ کے دشمنوں کو پیش کریں گے جبکہ ان کے چہرے کالے ہونگے، یہ وہ افراد بدکار اور بد عاقبت لوگ ہونگے ہیں۔

"اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "کہ جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل انجام دیا یہ بہترین لوگ ہیں، یہ آپ اور آپ کے شیعہ ہیں، لیکن جن لوگوں نے کفر اختیار کیا اور آیات کا انکار کیا وہ بدترین لوگ ہیں، اور یہ جماعت آپ کے دشمن ہے۔" (مجلسی، بی تا: ۶۵، ۷۱) ۔ شیخ طوسی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی موضوع کی نسبت روایت کو بیان کیا ہے (طوسی، ۱۴۱۴: ۱۷۱) ۔

4- اصحاب کے درمیان:

رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام کے درمیان میں ایک حدیث بیان کرتے ہوئے فرمایا: "خدا کے نزدیک نور کا ایک جھنڈا ہے جسے اس نے آسمان کی تخلیق سے دوہزار سال قبل وجود میں لایا تھا، اور اس پر لکھا ہوا ہے: «لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ و آل محمد خیر البریہ» (قمی، ۸۱: ۸۲) ۔ ایک اور روایت کے مطابق، رسول اللہ ﷺ نے اپنا ہاتھ علی کے سر پر رکھا۔ (مجلسی، مصدر سابق ۳۶، ۶۴) ۔

۵. جناب حمزہ کی شہادت کی رات:

بعض روایتوں میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت امیر حمزہ کی شہادت کی رات انہیں بلایا اور ایک لمبی حدیث بیان کرتے ہوئے جس میں فرمایا: "محمد وآل محمد، خیرالبریہ ہیں"۔ (مجلسی، مصدر سابق، ۲۲، ۲۷۹) ۔

۶. ایک شخص کے سوال کے جواب میں:

شیعہ عالم ابن شہر اشوب نے نقل کیا ہے کہ ابو بکر ھذلی شعبی نے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول خدا ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور کہا: یا رسول اللہ ﷺ مجھے کچھ سکھائیں کہ اس کی وجہ سے، مجھے فائدہ دے اس کے جواب میں فرمایا: نیکی انجام دو کیونکہ اس سے تمہاری زندگی اور آخرت میں فائدہ ہوگا۔ اس وقت علی تشریف لائے: یا رسول خدا ﷺ فاطمہ نے آپ کو بلایا ہے کہا: ٹھیک ہے۔ اس وقت اس شخص نے پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ یہ کون ہے؟ اس نے کہا: یہ ان میں سے ایک ہے جس کے بارے میں خدا نے کہا ہے: «ان الذین آمنوا و عملوا الصالحات اولئک ہم خیر البریۃ» (ابن شہر اشوب، مصدر سابق، ۲۶۶) ۔

۷. آئندہ کی پیش گوئی کرنا:

مذہبی رہنماؤں کے الفاظ کی سچائی کی ایک علامت غیب کی خبر اور ان کی مستقبل کی پیش گوئیاں ہیں۔ پیامبر صادق و امین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ وحی کی زبان سے ایک خطرناک ترین فکری تسلسل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے خبر دی ہے کہ میری وفات کے بعد ایک جریان، ایک منحرف سلسلہ اور منحرف گروہ امام حق کے مقابلہ میں کھڑا ہوگا اور اس گروہ کی صفات اور خصوصیات کو تفصیل کے ساتھ مختلف روایتوں میں بیان کیا اور اس منحرف گروہ کو یعنی شر البریہ کے ساتھ متعارف کرایا، کیوں کہ جو بھی اپنے زمانے کے امام سے بغاوت کرے گا اور خدا کی حجت کے خلاف سازش کرے گا، اس خبر کو ایک انتہائی اہم غیب کی خبر سمجھی جاتی ہے جو اوصاف اس گروہ کے بیان کیے گئے ہیں سو فیصد محقق ہوئی ہے. سعید خدری کہتے ہیں: آنحضرت ﷺ نے خوارج کا تذکرہ کیا اور ان کی خصوصیات بیان کیں، پھر آپ نے فرمایا: "خیر البریہ علی ابن ابی طلاب انہیں قتل کریں گے" (مغربی، مصدر سابق، ۱، ۲۱۰) ۔

۸. بطور مطلق:

بعض روایات میں، کسی خاص جگہ کا ذکر کئے بغیر، مطلق طور پر یہ بیان کیا گیا ہے کہ آنحضرت ﷺ اس آیت کو علی علیہ السلام اور اس کے شیعوں کے ساتھ تطبیق دیتے ہیں: «تلا النبی ﷺ ہذہ الآیۃ: «إِنَّ الَّذِینَ آمَنُوا وَ عَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَئِکَ ہُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّۃِ» فوضع یدہ علی کتف علی و قال: ہو إنت و شیعتک، یا علی ترد إنت و شیعتک یوم القیامۃ رواء مرویین، و یرد عدوک عطاشا مقمحین»؛ ابن بریدہ نے اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ پیغمبر اکرم حضرت محمد ﷺ نے آیت «إِنَّ الَّذِینَ آمَنُوا وَ عَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَئِکَ ہُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّۃِ»، کی تلاوت فرمائی پھر اس کے بعد حضرت علی علیہ السلام کے مبارک کندھے پر ہاتھ رکھا اور فرمایا: تم اور تمہارے شیعہ قیامت کے دن حالت سیرابی میں وارد محشر ہونگے لیکن تمہارے دشمن پیاسے اور شرمندہ حالت میں وارد ہونگے" (حسکانی، مصدر سابق، ۲، ۴۶۴) ۔

۹. وفات کے وقت:

فریقین کی بعض دوسری روایتوں میں ملتا ہے کہ حضرت محمد ﷺ نے اپنی وفات کے وقت حضرت علی مرتضی علیہ السلام کو مخاطب کیا اور ان سے پوچھا: "کیا آپ نے خدا کا کلام «إِنَّ الَّذِینَ آمَنُوا وَ عَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَئِکَ ہُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّۃِ»، نہیں سنا؟ خیر البریہ سے مراد تو اور تمہارا شیعہ ہیں (خورازمی، مصدر سابق، ۲۶۶) ۔

ان روایات میں یہ بات قابل ذکر ہے کہ آیت کے نزول کے بعد، آنحضرت ﷺ نے امام علی علیہ السلام کو بلافصل خیر البریہ کے طور پر متعارف کرایا ہے۔ حضور ﷺ کی حیات طیبہ کے دوران، کئی بار تعارف کا یہ عمل تکرار ہوا. اس آیت کا امام علی علیہ السلام اور ان کے شیعہ کے علاوہ کوئی دوسرا مصداق نہیں ہے۔ آنحضرت ﷺ کی تاکید اور اصرار کی وجہ کیا ہے؟ در حقیقت معاشرے کے لئے یہ وہی رہبریت کا تعارف ہے۔ حضرت رسول اکرم ﷺ، آہستہ آہستہ اسلامی معاشرے کو امام علی علیہ السلام کی رہبری کی طرف راہنمائی فرمارہے ہیں تاکہ اسلامی معاشرہ کسی طاغوتی مزاج حکام کے ہاتھوں اسیر نہ ہوجائے اسی لئے سب کی توجہ بڑے ہوں یا چھوٹے، مرد ہوں یا عورت، اس اسلامی رہبر کی طرف مبذول کراتا ہے تاکہ بہترین قیادت کے ساتھ امت کی نشست و برخاست ہوں اور امت مسلمہ کی تقدیر، الہی رہبر کے ہاتھ میں ہو۔ علی علیہ السلام ہر لحاظ سے

بہترین رہنما ہیں، وہ ایمان، تقویٰ، عدالت، سیاست اور حکومت وغیرہ کے لحاظ سے سب سے بہتر ہیں، اگر کوئی دوسرا شخص کسی بھی شعبے میں ان سے بہتر ہو تو اس صورت میں وہ خیر البریہ نہیں کہلائیں گے، کیونکہ آنحضرت ﷺ نے امام علی علیہ السلام کو بغیر کسی شرط کے خیر البریہ کے طور پر متعارف کرایا ہے۔ لہٰذا، انہیں تمام نظریاتی، علمی، اخلاقی، معاشرتی، سیاسی لحاظ سے تمام امت سے افضل ہونا چاہئے تاکہ خیر البریہ کا حقیقی مصداق بن سکے۔

بزرگوں کے کلام میں آیت سے استشہاد اور امام علی علیہ السلام کے حق میں گواہی

اس آیت سے امام علی علیہ السلام کے بارے میں جس نے سب سے پہلے استشہاد کیا اور امام علی علیہ السلام کے حق میں گواہی دی وہ شخص خود آنحضرت ﷺ تھے، اور یہ استشہاد بعض دوسرے لوگوں کے کلام میں بھی دیکھی جاتی ہے۔

امام علی علیہ السلام کی گواہی:

فریقین کی روایتوں میں، متعدد مقام پر آیا ہے کہ امام علی علیہ السلام نے اس آیت کو مختلف جگہوں اور مواقع پر اپنے اوپر تطبیق سازی کی ہے اور اس طرح اپنے بارے میں استشہاد کیا ہے گواہی دی جیسے:

اہل شوری پر استشہاد:

حضرت عمر کے چھ رکنی کونسل (جسے انہوں نے اپنے بعد خلیفہ منتخب کرنے کے لئے بنایا) کے اراکین کے سامنے روز شوری امیر المؤمنین امام علی علیہ السلام اپنا فضل و منزلت کو شمار کیا اور اس آیت سے استشہاد کیا اور اسے دلیل بنا کر پیش کئے۔ ابو رافع کہتے ہیں: علی علیہ السلام نے اہل شوری کے حضور احتجاج کیا اور فرمایا: «اِنَّ عَلیا علیہ السلام قَالَ لِاَہلِ الشُّورَی اَنشُدُکُم اللَّہَ ہَل تَعلَمُونَ یَومَ اَتَیتُکُم وَ اَنتُم جُلُوسٌ مَعَ رَسُولِ اللَّہِ فَقَالَ ہَذَا اَخِی قَد اَتَاکُم ثُمَّ التَفَتَ اِلَی ثُمَّ اِلَی الکَعبَۃِ وَ قَالَ وَ رَبِّ الکَعبَۃِ المُبَنِیۃِ اِنَّ عَلیا وَ شِیعَتَہ ہُمُ الفَائِزُونَ یَومَ القِیَامَۃِ ثُمَّ اَقبَلَ نَحوَکُم وَ قَالَ اَمَا اِنَّہ اَوَّلُکُم اِیمَاناً وَ اَقوَمُکُم بِاَمرِ اللَّہِ وَ اَوفَاکُم بِعَہدِ اللَّہِ وَ اَقضَاکُم بِحُکمِ اللَّہِ وَ اَعدَلُکُم فِی الرَّعِیۃِ وَ اَقسَمُکُم بِالسَّوِیۃِ وَ اَعظَمُکُم عِندَ اللَّہِ مَزِیۃ فَاَنزَلَ اللَّہُ سُبحَانَہ «اِنَّ الَّذِینَ آمَنُوا وَ عَمِلُوا الصَّالِحَاتِ اُولَئِکَ ہُم خَیرُ البَرِیۃِ»، فَکَبَّرَ النَّبِی ﷺ وَ کَبَّرتُم وَ ہَنَّاتُمُونِی بِاَجمَعِکُم فَہَل تَعلَمُونَ اَنَّ ذَلِکَ کَذَلِکَ قَالُوا اللَّہُمَّ نَعَم»؛

میں تمھیں خدا کی قسم دیتا ہوں" کیا تمہیں یاد ہے جب میں آیا اور تم لوگ رسول خدا ﷺ کے ساتھ بیٹھے تھے، رسول خدا ﷺ نے فرمایا: یہ میرا بھائی جو تمہارے پاس آ رہے ہیں۔

پھس میری طرف متوجہ ہوئے اور پھر کعبہ کی طرف رخ کیا اور فرمایا: خدا کی قسم جس نے یہ کعبہ تعمیر کیا کہ علی اور اس کے شیعہ کامیاب ہیں، اور پھر تم لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا: وہ تم میں پہلا شخص ہے جو ایمان لائے۔۔۔اس وقت خدا تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: «إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ»، رسول خدا ﷺ نے تکبیر کہی اور پھر تم سب نے بھی تکبیر کہی اس کے بعد تم سب نے مجھے مبارکبادی دی۔ کیا تم اس پر یقین رکھتے ہیں؟ انہوں نے کہا ہاں" (مجلسی، مصدر سابق، ۶۵،۷۱)۔ شیعہ ماخذ میں بھی اسی طرح کی دوسری روایتیں بھی ہیں۔ (قمی، مصدر سابق، ۸۲).

حضرت فاطمہ علیہا السلام سے مباحثہ:

ایک روایت میں آیا ہے کہ ایک دن، حضرت فاطمہ علیہا السلام اور حضرت علی علیہ السلام اپنے اپنے فضائل کو ایک دوسرے کے سامنے شمار کر رہے تھے، اس وقت امام علی علیہ السلام اپنے منصب پر افتخار کیا اور فرمایا: «انا بعد الرسول خیر البریہ» (قمی، مصدر سابق، ۸۲)؛ میں پیغمبر کے بعد بہترین مخلوق ہوں۔

کوفہ کے منبر پر آیت کی تفسیر:

عامر بن وثلہ امام علی کے مسجد کوفہ کے خطبے کو نقل کرتے ہیں: ایک دن علی علیہ السلام نے منبر کوفہ پر خطبہ دیا، خدا کی حمد کی، رسول اللہ ﷺ پر درود و سلام بھیجا اور پھر فرمایا: «أَيُّهَا النَّاسُ سَلُونِي فَوَاللَّهِ لَا تَسْأَلُونِّي عَنْ آيَةٍ مِنْ كِتَابِ اللَّهِ إِلَّا حَدَّثْتُكُمْ عَنْهَا مَتَى نَزَلَتْ بِلَيْلٍ إِوْ انهار [نَهَارٍ] إِوْفِي مَقَامٍ إِوْفِي سَفَرٍ إِمْ فِي سَهْلٍ إِمْ فِي جَبَلٍ وَفِيمَنْ نَزَلَتْ إِفِي مُؤْمِنٍ إِوْمُنَافِقٍ وَمَا عَنَى بِهَا إِخَاصٌّ إِمْ عَامَّةٌ وَلَئِنْ فَقَدْتُمُونِي لَا يُحَدِّثُكُمْ إِحَدٌ حَدِيثِي، فَقَامَ إِلَيْهِ إِبْنُ الْكَوَّا فَلَمَّا بَصُرَ بِهِ قَالَ بِتَعَنُّتٍ لَا تَسْأَلْ تَعَلُّمًا هَاتِ سَلْ: فَإِذَا سَأَلْتَ فَاعْقِلْ مَا تَسْأَلُ عَنْهُ فَقَالَ يَا إِمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ إِخْبِرْنِي عَنْ قَوْلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ: «الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ فَسَكَتَ إِمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ فَأَعَادَهَا ثَانِيَةً إِبْنُ الْكَوَّا فَسَكَتَ فَأَعَادَهَا الثَّالِثَةَ فَقَالَ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَرَفَعَ صَوْتَهُ: وَيْحَكَ يَا إِبْنَ الْكَوَّا إِولَئِكَ نَحْنُ وَإِتْبَاعُنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ غُرًّا مُحَجَّلِينَ رِوَاءً مَرْوِيِّينَ يُعْرَفُونَ بِسِيمَاهُمْ»؛

اے لوگو، مجھ سے پوچھ لو۔ خدا کی قسم، تم مجھ سے کتاب خدا کے بارے میں نہیں پوچھو گے، مگر میں تمہیں بتاؤں کہ یہ آیت رات کے وقت نازل ہوئی، حضر میں یا سفر میں، صحرا میں نازل ہوئی یا پہاڑوں پہ،

کس کے بارے میں نازل ہوئی ہے، مومن کے بارے میں، یا منافقوں کے بارے میں، میں جانتا ہوں۔آیا یہ (آیت) عام ہے یا خاص۔اگر تم مجھے کھودیں گے تو کوئی بھی تمہیں میری گفتگو کے بارے میں نہیں بتائے گا ۔اس وقت ابن کواء بلند ہوئے جب آنحضرت نے اس کی طرف دیکھا تو فرمایا: عناد کے لئے مت پوچھو، لیکن تعلیم کے لئے پوچھواور سوال کرو اور جب آپ پوچھتے ہو تو اس میں فکر کرو کہ کیا پوچھتے ہو۔ابن کواء نے کہا: اے امیر المومنین، خدا کے کلام کے بارے میں «الذین آمنوا و عملوا الصالحات اولئک ہم خیر البریۃ» مجھے آگاہ کریں؟ امیر المومنین خاموش ہوگئے۔انہوں نے اسی سوال کو دہرایا پھر بھی حضرت خاموش رہے۔اس نے تیسری بار سوال کیا آنحضرت اونچی آواز میں فرمایا: "ھلاکت ہو اے ابن کواء، اس آیت میں خیر البریہ سے مراد ہم اور ہمارے شیعہ ہیں، جو قیامت کے دن ان کے سفید وشاداب چہرے اور پیشانیوں سے پہچانے جائیں گے" (مجلس، مصدر سابق، ۳۶، ۶۴)

اسی طرح بعض اصحاب نے اس آیت سے استشہاد کیا ہے، جیسے:

ابن عباس کی گواہی:

سنی عالم ابو نعیم نے اپنی کتاب «ما نزل من القرآن فی علی» میں حرث سے روایت کی ہے کہ علی علیہ السلام نے فرمایا: "ہم اہل بیت ہیں جن کا لوگوں سے موازنہ نہیں کیا جاسکتا، اس وقت ایک شخص کھڑا ہوا۔اور وہ ابن عباس کے پاس آیا اور اس سے اس ادعا سے کو آگاہ کیا۔ابن عباس نے کہا: علی نے سچ کہا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لوگوں سے موازنہ اور قیاس نہیں کیا جاسکتا اور علی کے بارے میں یہ آیت «إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَٰئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ» نازل ہوئی (ابن شہر اشوب، مصدر سابق، ۲، ۲۶۶) ۔

سعد بن زید کی گواہی:

ایک دن مغیرہ بن شعبہ نے امام علی علیہ السلام کے خلاف خطبہ دیا، اس وقت سعد بن زید کھڑے ہوئے اور اعتراض کرتے ہوئے کہا: میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ انہوں نے فرمایا: «علی فی الجنہ و ہو خیر البریہ»؛ علی جنت میں ہے اور وہ خیر البریہ ہے (مغربی، مصدر سابق، ۲، ۴۶۶) ۔

جابر بن عبد اللہ انصاری کی گواہی:

بعض روایتوں میں آیا ہے کہ عطیہ عوفی کہتے ہیں: «دخلنا علی جابر بن عبد اللہ الأنصاری و قد سقط حاجباہ علی عینیہ من الکبر، فقلنا لہ: إخبرنا عن علی، فرفع حاجبیہ بیدہ ثم قال: ذاک من خیر

البریۃ››؛ ہم جابر بن عبد اللہ انصاری کے پاس آئے جبکہ ضعیف العمر کی وجہ سے اس کی آبرو اس کی آنکھوں کے اوپر تھی. میں نے اس سے کہا: ہمیں علی کے بارے میں بتاؤ. اس نے اپنی آبرو اٹھائیں اور پھر کہا: وہ خیر البریہ ہیں (نوری، ۱۴۰۸: ۱۸، ص ۱۸۲) ۔

شکایت امام سجاد علیہ السلام :

امام چہارم حضرت سجاد علیہ السلام نے منہال بن عمر کے جواب میں فرمایا: "نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد خیر البریہ نے اس حال میں زندگی کی کہ منبروں سے (معاذاللہ) ان پر لعنت کرتے رہے۔

تمام صحابہ کا اجماع:

بعض روایات کے مطابق، کسی نے بھی خیر البریہ کا مصداق حضرت امام علی (علی السلام) کے ہونے کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں کیا، بلکہ صحابہ کرام کے درمیان متفق علیہ مسئلہ حضرت علی علیہ السلام کا خیر البریہ ہونا تھا۔

معاذ بن جبل سے روایت ہے کہ انہوں نے خدا کے کلام کے بارے میں کہا ‹‹إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَ عَمِلُوا الصَّالِحاتِ أُولٰئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ›› وہ علی ابن ابی طالب ہے کسی نے اس بارے اختلاف نہیں کیا (مجلسی، مصدر سابق، ۳۵، ۳۴۵) ۔ اہل سنت روایات میں بھی بہت سی روایتیں ہیں، جو سب سے پہلے حضرت علی علیہ السلام اور ان کے شیعوں کی رستگاری اور فلاح پر تاکید کرتی ہیں۔

نتیجہ :

اللہ تعالی نے آیہ خیر البریہ میں مستقبل کے لئے ایمانی اور عملی سر مشق اور نمونے پیش کیا گیا ہے. فریقین کی مختلف روایات (جو تواتر معنوی کے درجہ میں ہیں) متفقہ طور پر امام علی علیہ السلام اور ان کے شیعوں کو خیر البریہ کہہ رہی ہیں۔ علی علیہ السلام اور ان کے شیعوں کا خیر البریہ کا مصداق ہونا اتنا واضح مسئلہ تھا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں اصحاب کرام آپ کو خیر البریہ کے نام سے جانتے تھے۔ معاذ بن جبل کے نزدیک یہ مسئلہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام صحابہ کرام کے نزدیک مورد اتفاق اور اجماعی مسئلہ تھا اور اس پر کسی نے بھی اختلاف نہیں کیا۔ خود رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مختلف مواقع میں فرصت سے استفادہ کرتے ہوئے، امام علی علیہ السلام اور ان کے شیعوں کے بارے میں گفتگو فرماتے اور انہی کو آیت کا مصداق قرار دیتے۔ فریقین کی متعدد روایات اس مسئلے کی گواہی دیتی ہیں اس کے علاوہ حضرت علی علیہ السلام نے مختلف مقامات پر اپنے آپ کو اس آیت کا مصداق

یعنی خیر البریہ کہا ہے اور دوسرے بزرگان جیسے ابن عباس، سعد بن زید، جابر و امام سجاد علیہ السلام وغیرہ نے بھی اس آیت کا مصداق اور خیر البریہ کو امام علی ( علیہ السلام پر تطبیق سازی کی ہے۔رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جانتے تھے کہ ان کی وفات کے بعد ان کے ابن عم علی پر امت کیا کیا مصیبتیں لائے گی، اور دوسری طرف یہی لوگ حضرت علی علیہ السلام کو جھوٹے دعوؤں سے مسترد کردیں گے۔ لھذا ان روایات میں ایک غیبی خبر اور مستقبل کی پیشگوئی اور بشارت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد کامیاب وہ ہے جو علی علیہ السلام کی پیروی کرے. غور طلب بات ان روایات میں یہ ہے کہ امام علی علیہ السلام کی رہبریت کا بابار تذکیرہ ہورہاہے اگران روایات میں امام علی علیہ السلام کی امامت اور اور آپ کی اطاعت کا بیان نہ ہوتو یہ شرط لگانا کہ علی اور اس کے شیعہ رستگار ہیں، کا کیا راز اور مطلب ہو سکتاہے؟ اب یہاں کسی شک کی گنجائش ہی نہیں ہے کہ اس آیت میں امامت اور رہبری کا مسئلہ نہ ہو بلکہ یہ آیت امام علی علیہ السلام کی امامت، رہبری اور ان کی اطاعت کا خدا کی طرف سے ہونے کی طرف واضح دلیل ہے.

پیروان علی وہ لوگ ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد ان کی امامت اور رہبری پر اعتقاد اور کامل ایمان رکھتے ہیں اوران کے فرامین کو دین کی تعلیمات کے اہم جزو کے طور پر مانتے ہیں اور ایسے لوگ ہی آخرت میں کامیاب ہونگے ۔ ایک اور اہم مطلب جو اس آیت سے سمجھا جا سکتاہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد، امت کا دو گروہوں میں تقسیم ہونا ہے، ان دونوں گروہوں میں سے ایک گروہ «خیر البریہ» اور دوسرا «شر البریہ» کہلائے گا۔ دسیوں شیعہ سنی روایات میں ان دونوں گروہوں کی معرفی ہوئی ہے ۔ان تمام نصوص اور مستندات میں صراحت اور وضاحت کے ساتھ بیان ہواہے کہ حضرت علی علیہ السلام اور ان کے پیروکار اور شیعہ ہی خیر البریہ کا مصداق ہے اور علی علیہ السلام کے دشمن ہی شر البریہ کا مصداق ہے۔

بعض شبہات کا جواب:

بعض اہل سنت علماء نے اس کے ذیل میں بیان شدہ بعض روایات پر کچھ اشکلات کئے ہیں ۔

ابن تیمیہ (متوفی ۷۲۸ھ: (

جناب ابن تیمیہ کی روش یہ ہے کہ وہ اہل بیت علیہم السلام سے متعلق صحیح اور متواتر روایات کی بھی تردید کرتے

ہیں اور ان روایات کو جعلی، موضوع اور مختلف عناوین دے کر رد کرتا ہے (بشوی، ۱۳۸۶: ۶۵) جناب ابن تیمیہ نے آیت "خیر البریہ" کے حوالے سے بھی اپنے پرانے طریقہ کار کے مطابق عمل کیا ہے اور اس پر کچھ اعتراضات اٹھائے ہیں:

1- ابی نعیم کی روایت کوئی حجت نہیں!

ابن عباس سے ابی نعیم کی روایت نقل کرنے کے بعد وہ کہتے ہیں: "نقل صحیح ہو ناچاہئے اور تمام مسلمانوں کااس بات پر اتفاق اور اجماع ہے کہ تنہا ابی نعیم کی روایت کوئی حجت نہیں ہے" (ابن تیمیہ، ۱۳۲۲: ۴، ۷۰) ۔

تنقیدی جائزہ:

جناب ابن تیمیہ کے جواب میں ہم کہتے ہیں: یہ روایت اہل بیت، صحاح اور تابعین کے درجنوں مستند راویوں سے نقل کی گئی ہے اور تواتر کی سطح تک پہنچ چکی ہے، لہٰذا یہ نہ صرف صحیح ہے بلکہ متواتر بھی ہے۔ ہم یہ نہیں کہتے ہیں کہ ابی نعیم کی روایت فقط حجت ہے، بلکہ ہمیں روایت کی سند، متن اور اس کی دلالت کو دیکھناچاہئے اور اسی طرح دیگر موئیدات پر بھی غور کرنا چاہئے۔

اس روایت کو ابی نعیم نے ہی نقل نہیں کیا، بلکہ کئی اہل سنت علماء، درجنوں مشہور اور معتبر مفسرین، محدثین، مورخین اور جدید محققین نے بھی اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے، جیسے: ابن جریر طبری، ابن عساکر، حبری، ابن عطیہ اندلسی، حاکم حسکانی (۲۴ سے زیادہ مختلف طریقوں سے) بلاذری، گنجی شافعی، سبط ابن جوزی، ابن عدی، جلال الدین سیوطی، صدیق حسن خان قنوجی، ابن حجر ہیتمی، خوارزمی، شوکانی، امر تسری، آلوسی، زرندی حنفی، ابن صباغ مالکی، شبلنجی، عمر موصل شافعی، ابراہیم جوینی، کشفی، قندوزی حنفی اور ان کے علاوہ عصر حاضر کے بھی بہت سارے علماء ان روایات کو نقل کرنے والوں میں شامل ہیں.

ابی نعیم کی روایت کےعلاوہ بھی دوسری درجن بھر روایات جن کو بعض معتبر راویوں نے بیان کیا. ان راویوں میں اہل بیت علیہم السلام، صحابہ کرام اور تابعین کے بہت سارے نام ملتے ہیں جیسے۱. امام علی (علیہ اسلام)، ۲-امام باقر (علیہ اسلام)، ۳-عبداللہ بن عباس، ۴-عبداللہ بن ابی لہیعہ، ۵-ابو سعید خدری، ۶. ابو برزہ سلیمان بن فضلہ اسلمی، ۷-بریدہ بن حصیب الاسلمی، ۸-جابر بن عبداللہ انصاری، ۹-یزید بن شراحیل انصاری، ۱۰-معاذ، ۱۱-انس بن مالک، ۱۲- محمد بن عبداللہ بن عطیہ عوفی وغیرہ لہٰذااس روایت کو تنہاابی نعیم کی

طرف نسبت دینا علمی ناانصافی ہے اور اس نسبت کی کوئی معقول وجہ بھی سامنے نہیں آئی۔ اسی طرح جناب ابن تیمیہ کا یہ کہنا کہ نقل صحیح ہوں یہ بات ہم بھی مانتے ہیں کہ روایت صحیح ہو اور یہی معیار اس روایت میں موجود ہے نقل بالکل صحیح ہے بلکہ میری اپنی تحقیق کی بنیاد پر یہ کہہ سکتا ہوں یہ ایک متواتر روایت ہے۔

روایت کو پرکھنے کے لئے ہمارے پاس ایک اور معیار بھی ہے اور وہ معیار «احادیث کو قرآن پر پیش کرنا» ہے۔ اس روایت کو جب ہم اس معیار اور اس ترازو میں جب تولتے ہیں تو یہ حدیث اس معیار پر اترتی ہے اور آیت کی سیاق اس کی صحت کی تائید کرتی ہے۔احادیث کو جانچنے کا یہ معیار نہایت اہم اور فیصلہ کن مرحلہ ہے اس مرحلہ پر راوی دیکھا نہیں جاتا بلکہ روایت کا مضمون اور متن کو دیکھنا ہوتا ہے اور سند کی بجائے اصل متن اور نفس روایت کو قرآن پر پیش کرنا ہوتا ہے اور اگر قرآن اس متن کی تصدیق کرے تو یہ حدیث ایک صحیح حدیث شمار ہوگی اگرچہ اس حدیث کی سند ضعیف ہی کیوں نہ ہوں۔اس حدیث کی بنا پر اگر کسی حدیث کی سند تو صحیح ہے لیکن اس حدیث کے متن کی تائید قرآن سے نہ ہو جائے تو وہ ایک ضعیف حدیث شمار ہوگی.

پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا: «اَیُّہَا النَّاسُ مَا جَاءَ کُمْ عَنِّی یُوَافِقُ کِتَابَ اللّٰہِ فَاَنَا قُلْتُہُ وَمَا جَاءَ کُمْ یُخَالِفُ کِتَابَ اللّٰہِ فَلَمْ اَقُلْہُ» (کلینی، ۱۴۰۷ق، ۱، ۶۹، )؛ اے لوگو میری طرف جو چیز تمہاری طرف آئے اگر وہ کتاب اللہ کے مطابق ہو تو اسے میں نے کہا ہے اور اگر کتاب خدا کی مخالف کوئی (حدیث) تم تک پہنچ جائے تو اسے میں نے نہیں کہا ہے۔

اسی طرح ایک اور حدیث میں رحمت اللعالمین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا: «إذا اتاکُم عَنّی حَدیثٌ فَاعرِضُوہُ عَلَی کِتابِ اللّٰہِ وَ حُجّۃِ عُقُولِکُم فَإن وافقَہُما فَاقبلوہُ وَ إلّا فَاضرِبُوا بِہِ عَرضَ الجِدارِ») ابوالفتوح رازی، ۱۴۰۸ق، ۵، ۳۶۸).

اسی طرح امام صادق علیہ السلام نے بھی فرمایا: «فَما وافقَ کتابَ اللّٰہِ فخُذوہُ وما خالَفَ کتابَ اللّٰہِ فدَعُوہ» (عاملی، ۱۴۰۹ق، ۱۸، ۷۸). لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ آج تک شیعہ سنی کوئی ایک بھی کتاب ایسی نہیں ہے جس میں فقہ الحدیث اور حدیث شناسی کے اس اہم ترین روش اور اسلوب کو لیکر کام کیا ہو۔ اگر حدیث شناسی اور فقہ الحدیث کے لئے اس معیار کے مطابق کام ہو جائے تو حدیث شناسی میں ایک نیا باب کھلے گا اور ایک نیا علمی انقلاب برپا ہوگا.

۲. یہ روایت تمام حدیث شناسوں کے نزدیک جھوٹی اور جعلی ہے۔

ابن تیمیہ کا سب سے اہم یہی شبہ ہے۔ انکا دوسرا اشکال یہ ہے کہ وہ کہتا ہے: «ان ھذا مما ھو کذب موضوع باتفاق اھل المعرفۃ بالمنقولات» (یہ جھوٹ ہے، اس موضوع پر اہل علم منقولہ اتفاق اور اجماع کیا ہے یہ حدیث جھوٹ اور جعلی ہے (ابن تیمیہ، مصدر سابق) ۔

تنقیدی جائزہ:

علمی امور میں ابن تیمیہ کا نقطہ نظر میری نظر میں زیادہ جذباتی اور سیاسی بیان بازی لگتا ہے۔ بہتر تھا کہ وہ اپنے دعوی پر علمی دلائل مستندات پیش کرتے، صرف اتنا کہدینا کہ یہ حدیث غلط ہے اور جعلی، یہ مسئلہ کسی بھی چیز کو حل نہیں کرتا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جناب ابن تیمیہ نے کس بنیاد، دلیل اور علمی مستندات کے ذریعہ یہ دعوی کیا ہے کہ یہ حدیث جھوٹی اور جعلی ہے؟!

حالانکہ مسئلہ بالکل برعکس ہے اہل بیت، صحابہ کرام اور تابعین سے دسیوں مستند راویوں سے، فریقین کی درجنوں معتبر منابع میں متعدد روایتیں موجود ہیں کہ پیغمبر اکرم ﷺ نے متعدد مقامات پر متعدد مرتبہ آیہ خیر البریہ کو امام علی علیہ السلام اور اس کے شیعوں کے حق میں جانا ہے اور ان کے بارے میں تفسیر کی ہے۔ اور خود نبی ﷺ نے اپنی وفات کے وقت بھی اس آیت کو امام علی علیہ السلام کو پڑھ کر سنایا اور خیر البریہ کے مصداق کے طور پر علی علیہ السلام اور شیعیان علی کی معرفی کی۔

ابن تیمیہ کا یہ دعوی صریح نص کے مقابلہ میں اجتہاد ہے اور اس کی کوئی علمی قدر نہیں ہے اور بعض علماء کے نزدیک خیر البریہ کی روایات چالیس سے زیادہ طریقوں سے نقل ہوئی ہے (عاملی، بی تا، ۶۸) ۔ بالفرض اگر اس دیدگاہ اس بات کو قبول بھی کرلیں تو ہمارے دسیوں دوسری روایات موجود ہیں جو اس بات کی تصدیق کرتی ہیں کہ یہ روایات نہ فقط صحیح بلکہ متواترا ہیں اور کم از کم تواتر معنوی کے درجہ تک پہنچ چکی ہیں، اس میں کوئی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے. اجماع کے دعوے میں بھی وہ (ابن تیمیہ) تنہارہ گیا ہے، کیونکہ بہت سے سنی علماء اور حدیث کو جاننے والے لوگ آیت کو متعدد طریقوں سے علی علیہ السلام کے بارے میں نقل کیا ہے۔

3–آیت کا عام ہونا

ابن تیمیہ مزید کہتے ہیں: «ان الذین امنوا عام فی کل من اتصف فما الذی اوجب تخصیصہ بالشیعہ»، یہ آیت عام ہے کس نے اسے شیعوں کے ساتھ تخصیص و مخصوص کیا ہے؟ (ابن تیمیہ، مصدر سابق) ۔

تنقیدی جائزہ:

بظاہر یہ آیت عام ہے، لیکن فریقین کی متواتر روایات نے اسے خاص کیا ہے، جیساکہ آلوسی نے بھی اعتراف کیا ہے (آلوسی، ۱۴۲۱ق ۳۰، ۶۰۰) ۔ اور ان مستند نصوص کی وجہ سے ہی یہ آیت علی علیہ السلام اور ان کے شیعوں کے لئے مخصوص ہے۔ اور یہ خاص ہونا خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود مختلف مقامات پر روایت میں بیان کیا ہے، جیساکہ آیت ولایت میں بھی «والذین امنوا» جو بظاہر عام ہے، لیکن آیت بہت سے فریقینی صحیح روایات کی روشنی میں امام علی علیہ السلام سے مخصوص ہے۔ خداوند متعال نے ولایت کو رکوع کی حالت میں زکات دینے والے مومنین کے ساتھ مختص ہونے کا اعلان کیا ہے اور بعد والی آیت کو اسی مطلب کے لئے بیان فرمایا ہے: «وَمَن يَتَوَلَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا فَإِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْغَالِبُونَ» (مائدہ/۵۶).

یہ بھی واضح رہے کہ ابن تیمیہ سے پہلے کسی سنی عالم نے ان روایات کو جعلی اور، موضوع نہیں سمجھا تھا، لیکن ابن جوزی، احمد بن سالم کی وجہ سے، صرف ابو سعید کی روایت کو صحیح نہیں سمجھتے تھے۔ باقی روایات کو قبول کیا تھا۔

البانی (معاصر)

جناب ناصر الدین البانی اہل سنت کے ہم عصر علماء میں سے ہیں جنہوں نے بہت ساری کتابیں لکھیں ہیں اور جناب البانی حدیث شناس اور رجالی دان ہیں۔ اور وہ اس حدیث کو جابر سے نقل کرتے ہوئے اسے موضوع اور جعلی جانا ہے حدیث اس طرح ہے: «والذی نفسی بیدہ إن ہذا وشیعتہ لہم الفائزون یوم القیامۃ. ثم قال: إنہ إولکم إیمانا معی وإوفاکم بعہد اللہ وإقومکم بأمر اللہ وإعدلکم فی الرعیۃ وإقسمکم بالسویۃ وإعظمکم عند اللہ مزیۃ. قال: ونزلت: «إن الذین آمنوا وعملوا الصالحات إولئک ہم خیر البریۃ». قال: فکان إصحاب محمد «إذا إقبل علی قالوا: قد جاء خیر البریۃ» (البانی، الف، بی تا: ۱۰، ۴۲۹) ۔

تنقیدی جائزہ:

ایک روایت کو قبول یا رد کرنے کے لئے ایک علمی مبنی، معیار اور اصول ہونا چاہئے تاکہ اگر کسی حدیث کو رد یا موضوع جانے تو قرائن، شواھد اور مدارک موجود ہوں. اگر ایسا نہ ہوا تو اصل یہ ہے کہ وہ حدیث صحیح ہے ۔ اسی طرح کوئی حدیث ہمارے مذہب یا دین کے خلاف ہو تو اسے مستندات کے بغیر موضوع اور جعلی کہکر رد نہیں کرسکتے اور کوئی اس طرح کریں تو بہت بڑی علمی غلطی ہوگی۔

ضروری ہے کہ ہم اپنی علمی بنیاد اور روش کو نبی کی سنت کے مطابق بنائیں۔ جناب البانی نے بغیر کسی ثبوت کے جابر کی حدیث کو بیان کیا اور اسے موضوع قرار دیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ وہ کس بنیاد اور علمی مبنااور معیار پر اس حدیث کو موضوع سمجھا ہے؟ ان کی کتاب کا جائزہ لینے سے پتہ چلتاہے کہ اس روایت کو جعلی قرار دینے کے لئےاس کے پاس کوئی علمی نقطہ نظر اور دلیل نہیں ہے۔ حدیث کو موضوع جو کہا ہے تو اس میں ذاتی ذوق نظر آتا ہے۔اسی طرح مذہبی تعصب بھی بے تاثیر نہیں ہے۔ حالانکہ خود اس روایت کو بعض مفسرین، مؤرخین اور محدثین اہل سنت جیسے جناب سیوطی (۱۴۱۴: ۸، ۵۸۹)؛ شوکانی (۱۴۲۰: ۵، ۵۸۹ _ ۵۹۰)؛ (ابن عساکر (۱۴۲۱: ۴۳، ۳۷۱)؛ خوارزمی (۱۴۱۱: ۲۶۶)؛ (حسکانی، ۱۳۹۳: ۲، ۳۵۶) وغیرہ نے نقل کیا ہے. اہل سنت منابع میں بہت سے راویوں نے اس حدیث کے مشابہ روایات کو امام علی علیہ السلام ، امام باقر علیہ السلام ، عبد اللہ ابن عباس (متعدد روایات)، عبد اللہ ابن ابی لھیعہ، ابو سعید خدری، ابو برزہ، سلیمان ابن فضلہ اسلمی، بریدہ ابن حصیب الاسلمی، جابر بن عبد اللہ انصاری (متعدد روایات)،یزید ابن شراحیل انصاری، معاذ، انس بن مالک، محمد ابن عبد اللہ ابن عطیہ عوفی، وغیرہ سے نقل کیا ہے ۔

اہل سنت محدث حافظ حاکم حسکانی نے اس آیت سے متعلق روایات کو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ۲۴ سے زیادہ مختلف طریقوں سے نقل کیا ہے ۔البانی ان تمام روایتوں کے بارے میں کیا فیصلہ کریں گے۔اہل سنت کے دیگر مستند روایات کے بارے میں وہ کیا کہتے ہیں؟ آیا یہ سب روایات موضوع اور جعلی ہیں؟

اس کے علاوہ ہمارے پاس یہ بھی ایک راہ حل ہے کہ اگر ایک حدیث ضعیف ہو تو اسی موضوع پر بعض دوسری روایتیں بیان کی گئی ہیں تو اس کی کمزوری دور ہو جاتی ہیں۔ اس حدیث کو عمومی شہرت بھی حاصل ہے اور میری نظر میں اس حدیث کو تواتر معنوی کا درجہ حاصل ہے۔

قابل ذکر بات یہ ہے کہ البانی نے حدیث کے مرکزی راوی کو خارج کر دیا ہے، جبکہ بیشتر سنی منابع میں، اس حدیث کا اصلی راوی موجود ہے اور وہ جناب جابر بن عبد اللہ انصاری ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشہور صحابہ میں سے ہیں، البانی نے راوی کا نام خارج کر کے کوئی علمی خدمت نہیں کی بلکہ ایسا کرنا علمی اور اخلاقی طور پر صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ ایسا کر کے انہوں نے مسند راویت کو مرسل بنا کر پیش کیا ہے۔

کسی حدیث کو مسترد کرنے کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اس کے متن کی جانچے۔ کبھی کبھی حدیث کو سند کے اعتبار سے صحیح کہا جاتا ہے، لیکن متن کے لحاظ سے مسترد کر دیا جاتا ہے۔ یہ حدیث بھی اس اصول سے

مستثنیٰ نہیں ہوسکتی ہے، لہٰذا اس حدیث کے متن کا مختصر جائزہ اس طرح ہے:

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "اس کی قسم کہ میری زندگی جس کے ہاتھ میں ہے، یہ علیہ السلام اور اس کا شیعہ وہی ہیں جو قیامت کے دن کامیاب ہوں گے۔ آیا البانی اور اس کے ہمفکر حضرات، امام علی علیہ السلام اس کی پیروی کرنے والوں کی کامیاب کو تسلیم نہیں کرتے ہیں؟ حالانکہ انہوں نے "عشرہ مبشرہ" کی حدیث بیان کی ہے اور دونوں احادیث کو صحیح کہاہے (البانی، (ب) بی تا: ا، ۵۰؛۱۶، ۱۰۴) ۔ تاہم، عشرہ مبشرہ والی حدیث میں بہت سے اشکالات، سند اور متن کے اعتبار سے وارد ہیں۔ حدیث عشرہ مبشرہ میں ایک صحابی جسے پیامبر گرامی ﷺ نے جنت کی بشارت دی ہوئی ہے وہ امام علی علیہ السلام ہی ہیں ۔ اگر کسی اور روایت میں اس کی کامیابی اور نجات کی بات ہوتی ہے تو یہ دونوں ایک ہی چیز ہیں اور وہ یہ ہے کہ فلان شخص کامیاب ہے ۔ اس حدیث کے دوسرے حصے میں آیاہے کہ امام علی علیہ السلام ہی وہ پہلے شخص ہیں جو رسول اللہ ﷺ پر ایمان لے آئے اور یہ ایسی بات نہیں ہے جس کو البانی جعلی سمجھے ۔

متعدد شیعہ سنی روایات میں آیاہے سب سے پہلے اسلام اور ایمان کا اظہار کرنے والے حضرت علی علیہ السلام تھے۔ اسی طرح امام علی علیہ السلام پہلے نماز پڑھنے والے ہیں. ایک اور روایت حج کے موسم میں تین لوگوں کی نماز پڑھنے کی حکایت کرتی ہے اور وہ نبی مکرم ﷺ، حضرت علی اور حضرت خدیجہ تھی۔ اس روایت کو البانی خود عفیف سے نقل کرتاہے اور پھر عفیف، جناب عباس ابن عبد المطالب کو مخاطب کرتے ہوئے کہتے ہیں: «فلیتنی کنت آمنت یومئذ فلکنت اِکون رابعا» (ر. ک: البانی، (ج) بی تا: ۱۱۷) ۔ ایک اور روایت میں ہے کہ اس دن روی زمین پر سوائے ان تینوں افراد (پیغمبر، علی، خدیجہ) کے، کوئی اور شخص مسلمان نہیں تھا (ملاحظہ کریں: البانی، مصدر سابق) ۔

البانی نے صحیح سیر النبویہ میں دونوں احادیث کو بیان کیا ہے۔ اس نے پہلی روایت کو زید بن ارقم سے نقل کیاہے اس حدیث کو صحیح کہاہے۔ (ملاحظہ کریں: البانی، (د) بی تا: ۸، ۲۳۵) ۔ ابن عباس سے بھی یہ قول نقل کیاگیاہے کہ انہوں نے کہا: «اول من اِسلم علی» (ہیثمی، ۱۴۰۸: ۹، ۱۰۲) ۔ حدیث کا کونسا حصہ جعلی ہے؟ کیا علی علیہ السلام کی نبی ﷺ سے وفاداری پر اسے کوئی اعتراض ہے؟ یا حضرت علی کی عدالت پر وہ شک کرتاہے؟ امام علی علیہ السلام کی عدالت تو وہ ہے کہ جسے مسیحی بھی تسلیم کر کے (صوت العدالہ الانسانیہ) کے نام پر کتاب لکھتاہے. کیا یہ قابل تردید ہے؟ میری نظر میں یہ روایات متن کے لحاظ سے

بھی انتہائی محکم اور مضبوط روایات ہیں۔

نتیجہ:

فریقین کی متعدد روایات کے مطابق سورہ بینہ کی ساتویں آیت، حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام اور ان کے شیعوں کی شان و منزلت میں نازل ہوئی ہے۔ ان روایات کو درجنوں راویوں نے مختلف طریقوں سے نقل کیا ہے ان روایات کا ماحصل یہ ہے کہ حضور سرور دو عالم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی حیات طیبہ میں صحابہ کے درمیان میں بار بار یہ اعلان فرمایا کہ علی علیہ السلام اور ان کے شیعہ ہی خیر البریہ ہیں اور یہ مسئلہ سب کے سامنے اس قدر واضح اور عیاں تھا کہ جب بھی امام علی علیہ السلام صحابہ کرام کے درمیان تشریف لاتے تو صحابہ کہا کرتے تھے: "خیر البریہ تشریف لے آئے ہیں" اور یہ نام اس قدر عہد نبوی میں مشہور ہو گیا تھا کہ ہر عام و خاص کی زبان پر یہی نام رہتا تھا۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معاشرے میں علی علیہ السلام کو "خیر البریہ" کے طور پر متعارف کروانے کی تمام غیر معمولی کوششوں کو ایام وصال تک جاری رکھا اس پوری تاریخ میں جو نکتہ سب سے اہم ہے وہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے بعد قوم کو ایک مضبوط فکری بنیاد پر آگے لیکر چلنا چاہتے تھے لہٰذا اسی حقیقت کے تحت آپ نے امت کو اہم متعدد بار یہ پیغام دیا کہ میرے بعد، رستگار اور کامیاب وہ ہے جس کا حشر و نشر علی علیہ السلام کے ساتھ ہو اور اس خالص چشمہ ہدایت سے رہنمائی حاصل کرے، لہٰذا علی علیہ السلام کو خیر البریہ کے عنوان اور ان کے دشمن جیسے اصحاب صفین، جمال اور نہروان کو "شر البریہ" کے طور پر متعارف کرایا گیا، کیونکہ وہ وہ لوگ وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ امت اسلامیہ کی تباہی اور گمراہی کا باعث بنے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد ہمیں ان دونوں فکروں کے حامل افراد یعنی خیر البریہ اور شر البریہ آج تک انسانی زندگی کے مختلف شعبوں میں متحرک اور ایک دوسرے کے مخالف نظر آتی ہیں۔ ان میں سے ہر ایک اپنے آپ کو حق اور اپنے مد مقابل کو باطل سمجھتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حافظ دین و شریعت کی حیثیت سے اپنی امت کے لئے ۲۳ سال کی سخت محنت کی لہٰذا اس محنت کی حفاظت کرنے کسی ایسے شخص کو امت سے متعارف کروانا چاہئے جو اس کے مکتب اور دین کا محافظ ہو اور وقت کے ساتھ ساتھ امت کو دینی، فکری اور مذہبی انحرافات سے بچاسکے۔ یہی وہ امامت کا فلسفہ تھا کہ جو دعوت ذو العشرہ سے شروع اور غدیر میں

جاکر مکمل ہوا. لہٰذا دین کی بقاء کے لئے پیغمبر ﷺ مسلسل علی علیہ السلام کو اپنا ولی، وصی اور جانشین کے طور پر معرفی کرتے رہیں۔ یہاں تک کہ وفات کے دن بھی آپ امت کی فکر میں تھے،اسی لئے قلم اور کاغذ طلب کیا، لیکن کچھ لوگوں نے قلم اور کاغذ دینے سے انکار کر دیا۔ جیسا کہ امام بخاری اپنی کتاب صحیح میں متعدد مقامات پر جیسے باب الکتابہ العلم؛ باب ہل یستشفع الی اہل الذمہ ومعاملتہم؛ باب اخراج الیہود من جزیرہ العرب؛ باب مرض النبی ووفاتہ، میں اسی مضمون کی روایات کو نقل کی ہے؛اسی طرح باب قول المریض قوموا عنی؛ باب کراہیہ الخلاف؛ سات روایتیں اس مضمون کے نقل کی ہے۔ بعنوان مثال، صحیح بخاری کی واحد روایت "کتاب الاعتصام بالکتاب والسنہ"، باب کراھیہ الخلاف میں یہ روایت کی ہے کہ ابن عباس کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے اپنی وفات کے وقت فرمایا: ایک کاغذ لے آؤتا کہ میں تمہارے لئے کچھ لکھوں جس کے بعد تم کبھی گمراہ نہ ہو، عمرنے کہا: بیماری نے نبی پر غلبہ کیا ہے! قرآن آپ کے ساتھ ہے، اور یہ کتاب اللہ ہمارے لئے کافی ہے!! اس وقت گھر میں موجود لوگوں میں جھگڑا ہوا، کچھ نے کہا کہ اسے لے آؤتا کہ رسول اپنا خط لکھ سکیں، تاکہ آپ کبھی گمراہ نہ ہوں، جب کہ دوسروں نے عمر کے قول کو دہرایا! جب اختلاف پیدا ہوا تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اٹھو اور مجھ سے دور رہو! (بخاری، بی تا: ۹، ۱۳۷) ۔

یہ ماجرا ہمیں اس حقیقت کی طرف لے جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی اپنی زندگی میں دو متضاد اور دو مختلف افکار کے لوگ موجود تھے، ایک گروہ نے رسول اللہ ﷺ کا حکم قبول کیا جب کہ دوسرے گروہ نے آپ کے احکامات کو قبول کرنے سے صاف صاف انکار کیا اور اس سلسلے میں مزاحمت کا مظاہرہ کیا۔ یہ آیت مولا علی علیہ السلام کی برتری اور امامت ورہبریت پر بین ثبوت اور واضح دلالت ہے۔

## منابع


۱. قرآن کریم؛
۲. آلوسی، سید محمود، (۱۴۲۱ق) روح المعانی، بیروت: دار الحیاء التراث العربی؛
۳. ابن ابی الحدید، ۱۴۰۴، شرح نہج البلاغہ، قم: انتشارات کتابخانہ مرعش نجفی؛
۴. ابن ابی شیبہ، عبد اللہ، ۱۹۹۴م، المصنف، بیروت: دار الفکر؛
۵. ابن اثیر، ۱۳۶۴ش، النہایۃ فی غریب الحدیث، قم: اسماعیلیان؛
۶. ابن جریر، طبری، ۱۴۲۱ ق، جامع البیان، بیروت: دار الفکر.
۷. ابن جوزی، بی تا، زاد المسیر، بیروت: دار الکتب العلمیہ؛
۸. ابن جوزی، ۱۴۱۳ق، دفع شبہۃ التشبیہ، عمان: دار الامام النووی؛
۹. ابن حبان، ۱۴۱۲ق، المجروحین، بیروت: دار المعرفہ؛
۱۰. ابن حجر، ہیتمی، بی تا، الصواعق المحرقۃ ط. المیمبیۃ _ مصر و ط. دار الکتب العلمیۃ—بیروت؛
۱۱. ابن حمید، ۱۹۹۸م، مسند ابن حمید، مکتبۃ النہضۃ العربیہ (بی جا)؛
۱۲. ابن خلدون، ۱۴۲۱ق، تاریخ ابن خلدون، بیروت: دار الفکر؛
۱۳. ابن شہر آشوب، ۱۳۷۶ ق، مناقب آل ابی طالب، نجف: المکتبۃ الحیدریہ؛
۱۴. ابن صباغ، مالکی، بی تا، الفصول المہمۃ، بیروت: دار الاضواء؛
۱۵. ابن عاشور، محمد بن طاہر، بی تا: التحریر والتنویر، بی جا، بی نا؛
۱۶. ابن عجیبہ، احمد بن محمد، ۱۴۱۹ق، البحر المدید فی تفسیر القرآن المجید، قاہرہ: دکتر حسن عباس زکی؛
۱۷. ابن عدی، ۱۴۱۸ق، الکامل فی ضعفاء الرجال، بیروت: دار الکتب العلمیہ؛
۱۸. ابن عساکر، علی، ۱۴۲۱ق، تاریخ مدینہ دمشق، تحقیق علی شیری، بیروت: دار الفکر؛
۱۹. ابن عطیہ اندلسی، ۱۹۹۶م، المحرر الوجیز، بیروت: دار احیاء التراث العربی؛
۲۰. ابن مغازلی، ۱۴۹۴ق، مناقب، تہران: المکتبۃ الاسلامیۃ؛
۲۱. ابن منظور، ۱۴۰۸ق، لسان العرب، بیروت: دار احیاء التراث العربی؛
۲۲. ابن ندیم، بی تا، الفہرست، بیروت: دار المعرفہ؛

۲۳. ابوزہرہ، محمد، ۱۳۸۴ش، تاریخ مذاہب اسلامی، مترجم علیرضا ایمانی، مرکز مطالعات و تحقیقات ادیان، تہران؛
۲۴. ابوالفتوح رازی، حسین بن علی، *روض الجنان و روح الجنان فی تفسیر القرآن*، (۱۴۰۸ق)، تحقیق، یاحقی، محمد جعفر، ناصح، محمد مہدی، مشہد، بنیادپژوہشہای اسلامی آستان قدس رضوی؛
۲۵. اسکافی، بی تا، المعیار والموازنہ، تہران: دارالمعرفۃ والہدی؛
۲۶. آل عقدہ، خالد بن عبد القادر، ۱۴۲۱ ق، جامع التفسیر من کتب الاحادیث، ریاض: دار طیبہ؛
۲۷. ایجی، عبدالرحمٰن، بی تا، المواقف فی علم الکلام، بیروت: عالم الکتب؛
۲۸. البانی، محمد ناصر الدین، بی تا (ج): صحیح السیرۃ النبویہ، عمان: المکتبۃ الاسلامیہ؛
۲۹. البانی محمد ناصر الدین، (الف) بی تا، السلسلۃ الضعیفۃ، ریاض: مکتبۃ المعارف؛
۳۰. البانی، محمد ناصر الدین، (ب) بی تا: صحیح وضعیف الجامع الصغیر، إسکندریہ: مرکز نور الاسلام لأبحاث القرآن والسنۃ؛
۳۱. البانی، محمد ناصر الدین، (د) بی تا: صحیح وضعیف سنن الترمذی، إسکندریہ: مرکز نور الاسلام لأبحاث القرآن والسنۃ؛
۳۲. بحرانی، ۱۴۱۹ق، البرہان فی تفسیر القرآن، بیروت، موسسہ الاعلمی للمطبوعات؛
۳۳. بخاری، بی تا، صحیح البخاری، بیروت: دارالجیل؛
۳۴. بشوی، محمد یعقوب، ۱۳۸۴ش، حقوق اہل بیت در تفاسیر اہل سنت، قم: مرکز جہانی؛
۳۵. بغدادی، ابو منصور عبد القادر، ۱۳۷۹ق، الفرق بین الفرق، قاہرہ: بی نا؛
۳۶. بیضاوی، ۱۹۹۶م، تفسیر البیضاوی، بیروت: دارالفکر؛
۳۷. ثعالبی، عبدالرحمٰن، ۱۹۹۶م، الجواہر الحسان، بیروت: دارالکتب العلمیہ؛
۳۸. جوہری، ۱۹۹۰م، الصحاح، بی جا، دار العلم للملایین؛
۳۹. حسکانی، حاکم، ۱۳۹۳ق، شواہد التنزیل، بیروت: موئسسہ الاعلمی للمطبوعات؛
۴۰. حسن، ابراہیم حسن، ۱۴۲۲ق، تاریخ الاسلام، بیروت: دارالجیل؛
۴۱. حمیدی، محمد بن فتوح، ۱۴۲۳ھ، الجمع بین الصحیحین، بیروت: دار النشر/دار ابن حزم؛

۴۲. حنبلی، ابن عادل، ۱۴۱۹اق، اللباب فی علوم الکتاب، بیروت: دار الکتب العلمیہ؛

۴۳. خوارزمی، ۱۴۱۱ ق، مناقب، قم: موسسہ النشر الاسلامی؛

۴۴. رازی، فخر الدین، ۱۴۲۰اق، مفاتیح الغیب، بیروت: داراحیاء التراث العربی؛

۴۵. رازی، ابوحاتم احمد، ۱۳۸۲اش، کتاب الزینۃ، قم: مرکز مطالعات و تحقیقات ادیان و مذاہب؛

۴۶. رشید رضا، محمد، ۱۹۹۹ام، تفسیر المنار، بیروت: دارالکتب العلمیہ؛

۴۷. رفاعی، انور، ۱۹۹۷ام، الاسلام فی حضارتہ و نظمہ، بیروت: دارالفکر؛

۴۸. زبیدی، ۱۴۱۴اق، تاج العروس،. بیروت: دارالفکر؛

۴۹. زبیر بن بکار، ۱۴۱۶اق، الاخبار الموفقیات، قم: منشورات الرضی؛

۵۰. زحیلی، وہبۃ بن مصطفیٰ، ۱۴۱۸ ق، التفسیر المنیر فی العقیدۃ والشریعۃ والمنہج، بیروت، دمشق: دار الفکر المعاصر؛

۵۱. سخاوی، ۱۴۲۱اق، استجملات ارتقاء الغرف، ریاض: دار المدینۃ للنشر والتوزیع؛

۵۲. سرخسی، ۱۴۰۶اق، المبسوط، بیروت: دارالمعرفہ؛

۵۳. سیوطی، جلال الدین، ۱۴۱۴ا ق، الدرالمنثور، بیروت: دارالفکر؛

۵۴. شہرستانی، ۱۴۲۲اق، الملل والنحل، بیروت: دارالفکر؛

۵۵. شوکانی، ۱۴۲۰اق، فتح القدیر، بیروت: دار الکتاب العربی؛

۵۶. صبان، بی تا، اسعاف الراغبین، المطبوع بہامش نور الابصار، بی نا، بی جا؛

۵۷. صنعانی، إمحمد بن إسماعیل، ۱۴۱۷اھ، توضیح الأفکار لمعانی تنقیح الأنظار، بیروت: دار الکتب العلمیۃ؛

۵۸. طباطبائی، محمد حسین، ۱۳۸۰ا، شیعہ دراسلام، قم: واریان؛

۵۹. طبرانی، بی تا، المعجم الکبیر، داراحیاء التراث العربی؛

۶۰. طبرسی، فضل بن حسن، ۱۳۷۲اش، مجمع البیان فی تفسیر القرآن، تہران: انتشارات ناصر خسرو؛

۶۱. طبری، محمد بن جریر، (شیعی)، ۱۴۱۵ ق، المسترشد، قم: موسسہ الثقافہ الاسلامیہ؛

۶۲. طبری، إبن جریر، بی تا، تاریخ الطبری، بیروت: مؤسسۃ الأعلمی للمطبوعات؛

۶۳. طوسی، ۱۴۱۴ ق، الامالی، قم: دارالثقافہ؛

۶۴. ظہیر، احسان الہی، بی تا، الشیعہ والسنہ، لاہور: ادرہ ترجمان؛
۶۵. عاملی، علی بن یونس، بی تا، الصراط المستقیم {بی جا} المکتبہ المرتضویہ احیاء آثار الجعفریہ، تحقیق بہبودی، باقر؛
۶۶. عاملی، شیخ حر، (۱۴۰۹ق)، وسائل الشیعہ، ناشر: مؤسسۃ آل البیت علیہم السلام _ قم؛
۶۷. عسقلانی، ابن حجر، ۱۴۱۵ق، تہذیب التہذیب، دار الفکر؛
۶۸. عسکری، مرتضی، ۱۳۷۵، عبد اللہ بن سبأ، {بی جا}: مجمع علمی اسلامی؛
۶۹. عقیلی، ۱۴۱۸ق، الضعفاء الکبیر، بیروت: دار الکتب العلمیہ؛
۷۰. قمی، شاذان، ۱۳۸۱ ق، الفضائل، نجف: منشورات المطبعہ الحیدریہ؛
۷۱. قونوی، ۲۰۰۱م، حاشیۃ القونوی، بیروت: دار الکتب العلمیہ؛
۷۲. کرد، محمد علی، ۱۳۹۱ق، خطط الشام، بیروت، دار العلم للملایین؛
۷۳. کلینی، محمد بن یعقوب، اصول کافی، (۱۴۰۷ق) تہران، دار الکتب الاسلامیۃ؛
۷۴. کوفی، ۱۴۱۰ق، تفسیر فرات کوفی، تحقیق محمد کاظم، تہران: موسسہ الطبع والنشر التابعہ لوزارہ الثقافہ؛
۷۵. مالک بن انس، ۱۳۲۳ق، المدونہ الکبری، بیروت: دار احیاء التراث العربی؛
۷۶. مجلسی، باقر، بی تا، بحار الانوار، بیروت: موسسہ الوفاء؛
۷۷. مزی، یوسف، ۱۴۱۴ق، تہذیب الکمال، بیروت: دار الفکر؛
۷۸. مصری، احمد امین، ۱۹۶۵م، فجر الاسلام، قاہرہ، مکتبہ النہضۃ المصریہ؛
۷۹. مظفر، محمد حسین، ۱۳۶۸ش، تاریخ الشیعہ، ترجمہ، محمد باقر، حجتی، بی جا، دفتر نشر فرہنگ اسلامی؛
۸۰. معروف الحسنی، ہاشم، ۱۳۷۵، تصوف و تشیع، مترجم، ساعدی، محمد باقر، مشہد: بنیاد ہای پژوہشہای آستان قدس؛
۸۱. مغربی، نعمان، ۱۴۱۴ ق، شرح الاخبار، قم: موسسہ النشر الاسلامی؛
۸۲. مفید، شیخ، ۱۴۱۳، اوائل المقالات، بی جا، کنگرہ شیخ مفید؛
۸۳. مناوی، زین الدین عبد الرؤوف، ۱۴۰۸ھ، التیسیر بشرح الجامع الصغیر، ریاض: مکتبۃ الامام الشافعی؛
۸۴. نسفی، ۱۹۹۵م، مدارک التنزیل، بیروت: دار الکتب العلمیہ؛

۸۵. نشار، سامی، بی تا، نشأة الفکر الفلسفی فی الاسلام، قاہرہ: دار المعارف؛

۸۶. نوری، میرزا، مستدرک الوسائل، بیروت: موسسہ آل بیت احیاء التراث، ۱۴۰۸ ق؛

۸۷. نووی، یحیٰی بن شرف، ۱۴۱۱ق، ریاض الصالحین، دار الفکر (بی جا)؛

۸۸. نیشابوری، ۱۹۹۶م، غرائب القرآن، بیروت: دار الکتب العلمیہ؛

۸۹. ہلالی، عبد العزیز صالح ۱۹۸۹م، عبداللہ بن سبأ دراسۃ للروایات التاریخیہ عن دورہ فی الفتنۃ، لندن: صحاوی للطباعۃ والنشر؛

۹۰. ہندی، متقی، کنز العمال، بیروت: موئسسہ الرسالہ؛

۹۱. ہیثمی، نور الدین علی، ۱۴۰۸ھ، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، بیروت: دار الکتب العلمیہ؛

۹۲. واحدی، علی ۱۹۹۴م، الوسیط فی تفسیر القرآن المجید، بیروت: دار الکتب العلمیہ۔